مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

رجسٹرڈ ایل

نمبر (۸۳۵)

خاتم النبیین نمبر

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

۲۵- نومبر ۱۹۳۲ء

قیمت دو آنہ

مدح خاتم النبیین

مِنَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ الْمَبْعُوْثِ فِی الْاٰخَرِیْنَ

وَفِیْ مُھْجَتِیْ فَوْرٌ وَجَیْشٌ لِاَمْدَحَا	سُلَالَةَ اَنْوَارِ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدًا
میرے دل میں جوش اور ولولہ ہے کہ میں مدح کروں	محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ جو خدا کے انوار کا خلاصہ ہے۔
کَرِیْمُ السَّجَایَا اَکْمَلُ الْعِلْمِ وَالنُّھٰی	شَفِیْعُ الْبَرَایَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْھُدٰی
وہ کریم ہے علم و عقل میں کامل تر ہے۔	مخلوق کا شافع اور فضل و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔
تَبَصَّرْ خَصِیْمِیْ ھَلْ تَرٰی مِنْ مُشَارِکٍ	بِتِلْکَ الصِّفَاتِ الصَّالِحَاتِ بِاَحْمَدَا
اے مدعی دیکھ کہ کیا کوئی شخص تجھ کو احمد کا شریک	ان صفات حسنہ میں مل سکتا ہے۔
بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ اٰمِرٌ مَانِعٌ مَعًا	حَکِیْمٌ بِحِکْمَتِہِ الْجَلِیَّةِ یُقْتَدٰی
وہ بشیر ہے نذیر ہے حکم دینے والا اور نہی کرنے والا ہے	صاحب حکمت ہے اپنی روشن حکمت سے پیشوا بنا ہے۔
ھَدَی الْھَائِمِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُقَوَّمٍ	وَنَوَّرَ اَفْکَارَ الْعُقُوْلِ وَاَیَّدَا
اس نے سرگردانوں کو سیدھی راہ دکھائی	اور عاقلوں کے افکار کو مدد دے کر روشن کر دیا ہے۔
لَہٗ طَلْعَةٌ یَجْلُو الظَّلَامَ شُعَاعُھَا	ذُکَاءٌ مُنِیْرٌ بُرْجُہٗ کَانَ اَبْرَجَدَا
اس کے دیدار کا نور تمام قسم کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔	وہ روشن آفتاب ہے۔ اور اس کا برج تمام برجوں سے اکمل تر ہے۔
لَہٗ دَرَجَاتٌ لَیْسَ فِیْھَا مُشَارِکٌ	شَفِیْعٌ یُزَکِّیْنَا وَیُدْنِی الْمُبَعَّدَا
اس کے درجے ایسے بلند ہیں۔ کہ کوئی ان میں اس کا شریک نہیں	اور ایسا شفیع ہے کہ ہم کو پاک کرتا اور راندہ درگاہ کو مقرب بناتا ہے۔
وَمَا ھُوَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰہِ فِی الْوَرٰی	وَفَاقَ جَمِیْعًا رَحْمَةً وَتَوَدُّدَا
وہ خدا کا نائب اس کی مخلوق میں ہے۔	اور رحمت اور محبت میں سب سے بڑھ گیا ہے۔

ضروری گزارش

امسال کے سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسہ کے دو مقررہ مضامین پر ہی خاتم النبیین نمبر کو مشتمل رکھنے کی پابندی نے مضامین کے حصول میں بہت مشکل پیدا کر دی۔ اور بار بار کی درخواستوں کے باوجود بہت تھوڑے اصحاب نے توجہ فرمائی۔ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی علالتِ طبع اور نہایت اہم وقتی مصروفیتوں نے حضور کے مضمون سے بھی محروم رکھا۔ ان حالات میں عملۂ "الفضل"۔ بعض اصحاب کرام کی مہربانی سے جو کچھ کر سکا۔ وہ پیشِ خدمت ہے :۔

(ایڈیٹر)

"دراصل ایک انسان کا خُدا سے کامل تعلق تبھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بظاہر بہت سے تعلقات میں وُہ گرفتار ہو۔ بیویاں ہوں۔ اولاد ہو۔ تجارت ہو۔ زراعت ہو۔ اور کئی قسم کے اس پر بوجھ پڑے ہُوئے ہوں۔ اور پھر وُہ ایسا ہو۔ کہ گویا خُدا کے سوا کسی کے ساتھ بھی اس کا تعلق نہیں یہی کامل انسانوں کے علامات ہیں۔ اگر ایک شخص ایک بن میں بیٹھا ہے۔ نہ اُس کی کوئی جورو ہے نہ اولاد ہے۔ نہ دوست ہیں۔ اور نہ کوئی بوجھ کسی قسم کے تعلق کا اس کے دامنگیر ہے۔ تو ہم کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس نے تمام اہل وعیال اور ملکیت اور مال پر خدا کو مقدم کر لیا ہے۔ اور بے امتحان ہم اس کے کیونکر قائل ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے سید و مولےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیویاں نہ کرتے۔ تو ہمیں کیونکر سمجھ میں آسکتا۔ کہ خدا کی راہ میں جاں فشانی کے موقعہ پر آپ ایسے بے تعلق تھے۔ کہ گویا آپ کی کوئی بھی بیوی نہیں تھی۔ مگر آپ نے بہت سی بیویاں اپنے نکاح میں لا کر صدہا امتحانوں کے موقعہ پر یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ کو جسمانی لذات سے کچھ بھی غرض نہیں۔ اور آپ کی ایسی مجردانہ زندگی ہے۔ کہ کوئی چیز آپ کو خُدا سے روک نہیں سکتی۔ تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔ اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا۔ کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں میں خدا کا ہوں۔ اور خدا کی طرف جاؤں گا۔ ہر ایک دفعہ اولاد کے مرنے میں جو لختِ جگر ہوتے ہیں۔ یہی مونہہ سے نکلتا تھا۔ کہ اے خُدا ہر ایک چیز پر میں تجھے مقدم رکھتا ہوں مجھے اس اولاد سے کچھ تعلق نہیں۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپؐ بالکل دُنیا کی خواہشوں اور شہوات سے بے تعلق تھے۔ اور خدا کی راہ میں ہر ایک وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جنگ کے موقعہ پر آپؐ کی اُنگلی پر تلوار لگی۔ اور خون جاری ہو گیا۔ تب آپؐ نے اپنی اُنگلی کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے اُنگلی تو کیا چیز ہے۔ صرف ایک اُنگلی ہے۔ جو خدا کی راہ میں زخمی ہو گئی ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپؐ کے گھر میں گئے۔ اور دیکھا۔ کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں۔ اور آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہُوئے ہیں۔ اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں۔ تب عمرؓ کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اے عمرؓ تو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپؐ کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ قیصر اور کسرےٰ جو کافر ہیں۔ آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجنابؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے اس دُنیا سے کیا کام۔ میری مثال اس سوار کی ہے۔ جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے۔ اور جب دوپہر کی شدت نے اس کو سخت تکلیف دی تو وُہ اس سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی آپ کی بیویاں بھی بجز حضرت عائشہؓ کے سب کی سب ادھیڑ عمر کی تھیں۔ بعض کی عمر ساٹھ برس تک پہنچ چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کا تعدد ازدواج سے یہی اہم اور مقدم مقصود تھا۔ کہ عورتوں میں مقاصدِ دین شائع کئے جائیں۔ اور اپنی صحبت میں رکھ کر علمِ دین ان کو سکھایا جائے۔ تا وُہ دوسری عورتوں کو اپنے نمونہ اور تعلیم سے ہدایت دے سکیں۔ یہ آپ ہی کی سنت مسلمانوں میں اب تک جاری ہے۔ کہ کسی عزیز کی موت کے وقت کہا جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم خدا کے ہیں اور خدا کا مال ہیں۔ اور اسی کی طرف ہمارا رجوع ہے۔ سب سے پہلے یہ صدق و وفا کے کلمے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے نکلے تھے پھر دوسروں کے لئے اس نمونہ پر چلنے کا حکم ہو گیا۔ اگر آنجنابؐ بیویاں نہ کرتے۔ اور لڑکے پیدا نہ ہوتے۔ تو ہمیں کیونکر معلوم ہوتا۔ کہ آپؐ خدا کی راہ میں اس قدر فدا شدہ ہیں۔ کہ اولاد کو خدا کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۸۶ و ۲۸۷)

"ظاہر ہے۔ کہ انسان کی پاک فطرت اور پورا مظہر الٰہی ہونے کے لئے یہ بھی ایک پیمانہ ہے کہ بنی نوع کی ہمدردی کے بارہ میں اس کی ہمت ایسی عالی۔ اور اس کی خیر خواہی ایسی اتم اور اکمل ہو۔ کہ کوئی فردِ انسانی۔ اور کوئی قوم اس کے نیک ارادوں سے باہر نہ رہ سکے۔ ایسا شخص در حقیقت خُدا کا کامل مظہر۔ اور کامل خلیفہ ہوتا ہے۔ جس کی بنی نوع کے لئے ہمدردی تمام انسانی رُوحوں پر محیط ہوتی ہے۔ اور ایسی کامل ہوتی ہے۔ جو خدا کی ربوبیت اور رحیمیت کے دوش بدوش چلتی ہے۔ سو اس عظیم الشان صفت کی۔ جب ہم حضرت مسیح میں تلاش کرتے ہیں۔ تو چاروں انجیلوں کی تمام ورق گردانی کر کے صرف ہمیں یہ آیت ملتی ہے۔ کہ میں بجز بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ (متی $\frac{۵}{۲۴}$) لیکن قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نوعِ انسان کی اصلاح کے لئے اپنے تئیں پیش کیا ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین یعنی کہہ کہ میں تمام انسانوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور ہم نے تمام عالموں کے لئے تجھے ایک رحمتِ مجسم بنا کر بھیجا ہے۔ اب دیکھو۔ کہ دعوت کے امر میں محمدی ہمت نے زمین کا کوئی ایسا کنارا چھوڑنا نہیں چاہا جس میں کوئی فرقہ انسانوں کا موجود ہو۔ بلکہ تمام انس و جن کو ہدایت کے لئے بلایا ہے۔ اور کسی سے بخل نہیں کیا۔" (صفحہ ۹۷ و ۹۸۔ ریویو جلد اوّل)

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں صفت رحمت عامہ موجود تھی۔ اور وُہ تمام لیاقتیں آپؐ کے نفسِ نفیس میں جمع تھیں۔ جو دُنیا کی تمام مختلف قوموں کو دعوتِ حق کرنے کے لئے ایک کامل مصلح میں ہونی چاہئیں۔ مگر حضرت مسیح کی فطرت میں نہ رحمتِ عامہ۔ اور نہ باقی یہ تمام صفات موجود تھیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح کی ہمت اپنی قوم کے پیشِ نظر کفار سے۔ یعنی یہود سے آگے نہ بڑھ سکی۔ کیونکہ ان کی فطرت میں آگے بڑھنے کے قوٰے موجود نہ تھے۔ ناچار انہوں نے ایک تھوڑے سے اور مختصر کام پر ہی اپنی نبوت کو ختم کر دیا۔ اور صاف اقرار کر دیا۔ کہ میں صرف یعقوب کی اولاد۔ اور اپنے جدی لوگوں کے لئے پیغام دعوت لے کر آیا ہوں۔ اور دُنیا کی قوموں سے مجھے کچھ کام نہیں۔ لیکن محمدی ہمت۔ اور فطرت چونکہ تمام انسانی روحوں سے ہمدردی کا تعلق رکھتی تھی۔ اور آنجنابؐ کی وُہ رُوح تھی۔ جس سے تمام روحیں فیض یاب ہونے کے لئے پیدا کی گئی تھیں۔ لہٰذا اس عالی ہمت نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ کہ وُہ صرف قریش تک ہی اپنی رسالت کو محدود رکھتے۔ یا محض عرب تک ہی اپنی دعوت کا انحصار کر لیتے۔ بلکہ تمام نوعِ انسان کو دینِ اسلام کی طرف بلایا۔ اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ اس پاک اور کامل فطرت کو یہ جوش دیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک جو زمین پر رہنے والا ہے۔ خواہ نوع انسان میں سے ہے۔ یا نوع جن میں سے۔ وُہ اس کے فیضِ عام سے فائدہ اٹھائے۔ سچ تو یہ ہے کہ زمین کے تمام کناروں تک عام ہمدردی کا خیال دل میں بھر جانا۔ اور عام قومیں جو دوسری قوموں سے بکلی منقطع ہو کر اور علیحدہ علیحدہ مذہبوں اور ناموں سے مخصوص ہو کر اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہو چکی تھیں سب کی اصلاح کا فکر کرنا۔ اور سب کو نیکی اور ہدایت کی طرف بلانا اس قسم کی دعوتِ عامہ کا منصب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔" (صفحہ ۱۰۲۔ ریویو جلد اوّل)

الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ شعبان ۱۳۵۳ھ

ازدواجی زندگی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت اعلےٰ نمونہ دکھا کر۔ اور بے نظیر مثال قائم کر کے اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا ہے۔ کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ایسا اسوۂ حسنہ جو سراسر خیر و برکت کا موجب ہے۔ اس وقت میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود ان عظیم الشان ذمہ واریوں کے جو کسی ایک انسان پر نہ کبھی آپ سے پہلے عائد ہوئیں۔ اور نہ بعد میں۔ ازدواجی زندگی کے متعلق جو اسوہ پیش فرمایا۔ وُہ ایسا کامل اور اتنا جامع ہے۔ کہ دُنیا کا ہر ایک انسان خواہ وُہ کیسے ہی حالات کے ماتحت ہو زندگی بسر کرنے والا ہو نہایت اعلےٰ سبق حاصل کر سکتا ہے چونکہ یہ مضمون نہایت وسیع ہے۔ اور اس پر غور کرتے ہُوئے اس قدر پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ کہ ان سب کو اخبار کے ایک مضمون میں پیش کر دینا محال ہے۔ اس لئے چند موٹی موٹی باتیں اور وُہ بھی اختصار کے ساتھ پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

عورت کی قدر و منزلت

چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام دُنیا میں عورت کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا۔ اور مردوں کے لئے صرف نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا آلہ قرار دیا جاتا جس پر جا و بیجا تصرف کرنے کا مرد اپنے آپ کو ہر طرح حقدار سمجھتے۔ اس لئے وُہ وجُود باجُود جو رحمۃ للعالمین بن کر آیا۔ اس نے فرقۂ نسواں کی حالتِ زار کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائی۔ اور فرقۂ نسواں سے متعلق سب سے پہلا کام یہ کیا کہ عورت کی حقیقی قدر و منزلت قائم کرنے پر بہت زور دیا چنانچہ مردوں کو خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد سنایا خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (سورۃ روم ۳) کہ خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی عورتوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ۔ اور اسی نے تمہارے درمیان الفت اور محبت پیدا کی ہے۔ اس میں بتایا کہ عورتوں کا تم میں سے پیدا کرنا ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ وُہ بھی تمہاری طرح ہی معزز ہیں۔ تمہارا ان کو حقیر سمجھنا اپنے آپ کو حقیر قرار دینا ہے جب تم ان سے تسکین حاصل کرتے ہو اور اپنے اندر ان کی محبت اور رغبت پاتے ہو۔ تو کیونکر انہیں حقیر قرار دیتے ہو؟

پھر فرمایا۔ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ جس طرح لباس زیب و زینت کا باعث ہوتا۔ اور آرام و آسائش کا موجب بنتا ہے۔ اسی طرح عورت اور مرد بھی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے لئے ناپاک اور گندے افعال سے محفوظ رہنے اور تسلی و تسکین پانے کا ذریعہ ہیں۔

بیوی کے حقوق خاوند پر

یہ وُہ تعلیم ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازدواجی زندگی کی قدر و منزلت اور اہمیت قائم کرنے کے متعلق دی۔ اور دُنیا پر واضح کیا۔ کہ مرد کو ان پاکیزہ جذبات اور ضروری اغراض کے ماتحت عورت کو اپنا رفیقِ زندگی بنانا چاہیئے۔ جو اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہیں۔ اگر اسی پر اکتفا کیا جاتا۔ تو بھی ہر سعید الفطرت انسان کے دل میں عورت کی عزت و احترام قائم کرنے اور اس کے ساتھ حُسن سلوک روا رکھنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ کافی تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد و عورت کے مقدس تعلق کو اور زیادہ استوار اور خوشگوار بنانے کے لئے مزید ہدایات بھی ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ یعنی خاوندوں کے ذمہ بیویوں کے ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے بیویوں پر خاوندوں کے حقوق ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ خاوند بیوی سے تو یہ توقع رکھے۔ کہ وُہ اس کے آرام اور آسائش کے لئے مشین کی طرح کام کرتی رہے۔ اور خاوند اس کی کوئی پروا نہ کرے۔ بلکہ خاوند کا بھی فرض ہے۔ کہ بیوی کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھے۔ اور اسے اسی طرح آرام پہونچائے جس طرح وُہ خود اس سے آرام حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں آپؐ کا یہ واضح ارشاد موجُود ہے۔ کہ ان یطعمھا مما یاکل ویکسوھا مما یلبس ولا یظلمھا ولا یصیح فی وجھھا۔ یعنی خاوند کو چاہیئے۔ کہ جس حیثیت کا لباس وُہ خود پہنے۔ اسی حیثیت کا بیوی کو بھی پہنائے جس طرح کا کھانا خود کھائے۔ اسے بھی کھلائے۔ اس پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے۔ اور اس سے سخت کلامی سے پیش نہ آئے۔

یہ مختصر سا کلام حسن سلوک کے ان تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ جو بیوی کے ساتھ تعلق رکھتے۔ اور اس کی زندگی کو آرام و آسائش کی زندگی بنا سکتے ہیں۔

بیوی سے حسن سلوک کے متعلق ارشاد

پھر فرمایا:۔ عاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (القرآن) کہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرو۔ خواہ تمہیں ان کی کوئی بات ناپسند ہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی کوتاہ بینی سے ایک بات کو ناپسند کرو۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اسے تمہارے لئے موجب خیر و برکت بنایا ہو۔ ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ اگر عورت حسب پسند نہ ہو۔ تو بھی خاوند کا فرض ہے۔ کہ اس سے حسن سلوک کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو بات ناپسند ہوگی۔ اسی کو خدا تعالےٰ خیر و برکت کا موجب بنا دے گا۔

ازدواجی زندگی کے متعلق خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ ہدایات پیش کرنے کے علاوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کا خلاصہ اپنے اس فقرہ میں فرما دیا۔ کہ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی یعنی تم میں سے سب سے بہتر انسان وُہ ہے۔ جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرے۔ اور میں تم سب سے زیادہ اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔ ان الفاظ میں جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے بہتر انسان اسے قرار دیا ہے۔ جو اپنے اہل سے سب سے بڑھ کر حسن معاشرت کرے۔ وہاں اپنے آپ کو اس بارے میں بہترین مثال اور نمونہ کے طور پر پیش فرمایا ہے اور جب آپؐ کے اسوہ کو دیکھا جائے۔ تو صمیم قلب سے اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ فی الواقعہ آپؐ سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرنے والے تھے۔ اس کے متعلق چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حسن سلوک کے متعلق اُسوۂ حسنہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپؐ کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ ان کے ساتھ آپؐ نے اس وقت نکاح کیا جبکہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور آپ کی عمر صرف پچیس سال کی۔ لیکن جب تک وُہ زندہ رہیں۔ آپؐ نے کوئی اور شادی نہ کی۔ اور جب فوت ہوئیں۔ تو آپؐ کو سخت صدمہ ہُوا۔ اور ایک عرصہ تک آپ کے چہرہ پر غم کے آثار نمُودار رہے۔ آپؐ نے اس صدمہ کی وجہ سے اس سال کا نام عام الحزن۔ یعنی غم کا سال رکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات کے بعد جب کبھی ان کا ذکر آتا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں

میں آنسو آجاتے - اور ایسی محبت سے ان کا ذکر فرماتے - کہ دُوسری بیویوں کو رشک آجاتا - حتٰے کہ ایک ایسے ہی موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنہیں ان کی اعلٰے صفات کی وجہ سے آپؐ بے حد عزیز رکھتے تھے - نسوانی جذبہ کے ماتحت کہدیا - یا رسول اللہ آپؐ ایک بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو فوت ہو چکیں - جبکہ خدا تعالٰے نے اس سے اچھی بیویاں آپؐ کو دیں - یہ سُنکر آپؐ نے فرمایا - عائشہؓ کیا میں اس کا ذکر نہ کروں - جو اس وقت میری صداقت پر ایمان لائیں جبکہ سب نے میری تکذیب کی - اور جو اس وقت میری مددگار رہیں - جبکہ کوئی میرا معین نہ تھا ؛

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب میں جذباتِ محبت اس طرح جوش زن تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زندہ بیوی کے متعلق کبھی جذبات رقابت پیدا نہ ہُوئے - مگر حضرت خدیجہؓ کے متعلق بعض اوقات میرے دل میں رقابت کا احساس ہونے لگتا - کیونکہ میں دیکھتی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی - اور انہیں یاد کرکے آپؐ بے قرار ہو جاتے تھے - اسی جذبۂ محبت کا نتیجہ تھا - کہ جب کوئی تقریب ہوتی - تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو خاص طور پر گوشت بھجواتے - اور انہیں تحفے تحائف بھیجتے رہتے اور ان کا بہت احترام کرتے ؛

حسنِ سلوک کا اثر

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک کے فائدہ کے لئے یا مسلمانوں کے فائدہ کے لئے - اور بعض دفعہ خود بیویوں کے فائدہ کے لئے کئی شادیاں کیں - لیکن باوجود اختلاف حالات کے ان سب کے ساتھ ایسا حُسن سلوک فرمایا - کہ ان میں سے ہر ایک نے یہی سمجھا - کہ گویا آپؐ اسی کے لئے ہیں - اور ہر ایک نے آپؐ کے دامن سے وابستہ رہنا دُنیا جہان کی سب عزتوں اور تمام آسائشوں سے بڑھ کر خیال کیا - چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب جب کثرت کے ساتھ اموال آئے - تو ازواج مطہرات نے بھی اپنی ضروریات کا اظہار کیا - اس پر آپؐ نے فرمایا - اگر تمہیں دُنیا کے اموال کی تمنا ہے - تو لے لو - مگر اس صورت میں تم میری بیویاں نہیں رہ سکتیں اور اگر بیویاں رہنا چاہتی ہو - تو دُنیا کے اموال کا خیال دل سے نکال دو - یہ سُنکر سب نے متفقہ طور پر کہا - ہمیں خدا کے رسول کا تعلق بس ہے ؛

وُہ کیا چیز تھی - جس نے ایسی حالت میں امہات المومنینؓ کے مونہہ سے یہ بات نکلوائی - جبکہ دو دو مہینہ تک ان کے گھروں میں اس لئے آگ نہ جلتی تھی - کہ انہیں پکانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ آتی تھی - اور کئی کئی دن فاقہ سے رہنا پڑتا تھا - وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر غیر متزلزل ایمان اور آپ کا حُسن سلوک ہی تھا -

مساوی سلوک اور امُور خانہ داری میں شرکت

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی سب بیویوں کو ایک سا خرچ دیتے - آپؐ کا وقت سب کے لئے برابر تقسیم تھا - آپؐ ایک دن رات ایک بیوی کے ہاں رہتے - پھر دوسرا دن رات دوسری کے ہاں - آپؐ عصر کی نماز کے بعد سب بیویوں کے ہاں باری باری تشریف لے جاتے - ان کی خیرو عافیت دریافت فرماتے - آخر اُس بیوی کے ہاں تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی - امور خانہ داری میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے - اپنی بکریوں کا دُودھ دوہ لیتے - اپنے کپڑوں کی مرمت فرما لیتے - آگ جلا دیتے - حتیٰ کہ بعض اوقات گھر میں جھاڑو بھی دے لیتے ؛

ایک طرف ان عظیم الشان ذمہ واریوں کو رکھئے - جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تھیں - مخلُوقِ خدا کو پیغام حق پہونچانا - حق قبول کرنے والوں کی روحانی اور جسمانی تربیت کرنا دُشمنوں کے چاروں طرف کے خونریز حملوں کا اندفاع کرنا - بین الاقوامی معاملات کو سُلجھانا - ساری دُنیا میں خدا کا نُور پہنچانے - اور آئندہ نسلوں کو اس سے مستفیض کرنے کے انتظامات کرنا وغیرہ ذالک ایسی ذمہ واریاں تھیں - کہ ان میں سے ایک ایک کا بار بڑے سے بڑا دل گردہ رکھنے والے کے لئے بھی پریشان کُن ہو سکتا ہے - اور دوسری طرف یہ اسوہ حسنہ دیکھئے - جو بیک وقت ان تمام ذمہ واریوں کو بے مثال رنگ میں سرانجام دیتے ہُوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا - کہ ازدواجی زندگی کی چھوٹی چھوٹی مصروفیتوں میں بھی اپنے آپؐ کو شامل رکھتے - کیا اس کی مثال دُنیا کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک کہیں مل سکتی ہے - ہرگز نہیں - اور کیا یہ ازدواجی زندگی کو انتہائی رنگ میں خوشگوار بنانے والا اسوہ نہیں - یقیناً ہے ؛

سیر و تفریح کا خیال

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کے لئے سیر و تفریح کا بھی خیال رکھتے - جب کسی سفر پر تشریف لے جاتے - تو قرعہ اندازی کے ذریعہ جس بیوی کا نام نکلتا - اسے ساتھ لے جاتے - ایک دفعہ چند حبشی ورزشی کرتب کر رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر کا پردہ کرکے کھڑے ہوگئے حضرت عائشہ رضؓ آپؐ کے دوش مبارک پر سہارا لے کر دیکھنے لگیں اور جب تک وُہ خود تھک کر ہٹ نہ گئیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ کئے کھڑے رہے - ایک موقعہ پر دوڑ میں حضرت عائشہؓ آگے نکل گئیں - پھر دُوسرے موقعہ پر جبکہ حضرت عائشہ رضؓ کا جسم کسی قدر بھاری ہو گیا تھا - آپؐ دوڑے - تو حضرت عائشہ رضؓ پیچھے رہ گئیں - جس پر آپؐ نے مُسکراتے ہوئے فرمایا - ھٰذہٖ بتلک - یعنی اس دن کا بدلا اتر گیا ؛

بیویوں سے اہم امُور میں مشورہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اہم امُور میں اپنی بیویوں سے مشورہ لیتے - اور ان کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے - صلح حدیبیہ میں جب آپؐ نے صحابہؓ کو عمرے کا قصد چھوڑنے - قربانیاں کرنے اور سر منڈانے کا ارشاد فرمایا - تو صحابہؓ نے کچھ تامل کیا - یہ محسوس کرکے آپؐ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے - اور صحابہؓ کے حال کا ذکر کیا - ام سلمہؓ نے کہا - آپؐ کسی سے کوئی بات نہ کریں - بلکہ اپنا سر منڈائیں - اور قربانی کر دیں - آپؐ نے ایسا ہی کیا - یہ دیکھ کر صحابہؓ نے فوراً تعمیل کی - اور اس بے تابی سے کی - کہ معلوم ہوتا تھا سر منڈانے نہیں بلکہ سر کٹانے جا رہے ہیں ؛

احساسات کا خیال

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں کے احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے - اور ان کی دلداری کے لئے راہیں تلاش کرتے - ایک دفعہ ایک بیویؓ نے ایک برتن سے پانی پیا - تو اسی جگہ مُونہہ رکھ کر جہاں اس نے مونہہ رکھا تھا - خود بھی پانی پی لیا - اگر کوئی بیوی بیمار ہوتی - تو اس کی خاص توجہ سے تیمارداری کرتے - اُن کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے محبت کا اظہار فرماتے - ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے بھائی معاویہ کو بیٹھے دیکھا - تو اسے بہن بھائی کی محبت کے طبعی تقاضا کا ایک خوبصورت جلوہ تصوّر فرماتے ہُوئے خود بھی پاس بیٹھ گئے - اور پُوچھا - ام حبیبہ کیا معاویہ تمہیں پیارا ہے انہوں نے کہا ہاں - اس پر فرمایا - اگر تمہیں پیارا ہے - تو مجھے بھی پیارا ہے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک دن مغموم دیکھکر وجہ پُوچھی - تو انہوں نے کہا حفصہؓ نے مجھے کہا ہے - کہ تم یہودی کی بیٹی ہو - آپؐ نے ان کی دلداری کرتے ہُوئے فرمایا - تم نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہو - تمہارا چچا (حضرت موسٰی علیہ السلام) پیغمبر تھا - اور تم پیغمبر (محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیوی ہو - حفصہؓ تم سے کس بات میں بڑھی ہُوئی ہے ؛

اس زمانہ میں جو اس قدر سخت تنگی اور عُسرت کا زمانہ تھا - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں بسا اوقات فاقہ تک نوبت پہونچ جاتی تھی - الگ الگ مکان مہیا کرنا نہایت ہی مشکل تھا - مگر آپؐ نے احساسات کا خیال کرتے ہُوئے کبھی دو بیویوں

کو ایک مکان میں نہ رکھا۔ بلکہ جس طرح بھی ہو سکا۔ ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان مہیا کیا۔ ان امور سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیویوں کے احساسات کا کس قدر پاس تھا:

ازواج مطہرات کا اخلاص

ازدواجی زندگی کی نہایت نازک اور اہم ذمہ واریوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باحسن طریق سرانجام دینے کا بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ آپؐ کی تمام ازواج مطہرات دل وجان سے آپؐ کی شیدائی تھیں۔ اور کبھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں۔ نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں انہوں نے کسی تکلیف کو تکلیف سمجھا۔ بلکہ ہر حالت میں شکر گزار قلب اور ممنونِ احسان دل کے ساتھ اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت سمجھتی تھیں۔ اور ان کی زبانیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف سے تر رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محرم راز سمجھ کر ازدواجی زندگی کے متعلق آپؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے امہات المومنین کا حق ترجمانی ادا کرتے ہوئے یہ جواب دیا۔ کہ کان خلقہ القرآن۔ یعنی حسن معاشرت کے متعلق قرآن کریم میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ سب کا سب اپنی انتہائی شان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق میں نظر آتا تھا۔ یہ الفاظ بہت مختصر ہیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کو نہایت ہی شاندار صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ ازواج مطہرات کے قلوب کی گہرائیوں تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت واخلاص کے جذبات پیوست تھے۔ ان کے نزدیک آپؐ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ خدا تعالےٰ کے کلام کے ایک ایک لفظ کی کھلی ہوئی تفسیر پیش کرتا تھا۔ اور آپؐ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو کچھ بھی دنیا کے لئے پیش فرماتے تھے اس کے متعلق اپنا عملی نمونہ بھی پوری شان کے ساتھ دکھاتے تھے

عسرت کی حالت میں حسن سلوک

وہ جذبات اخلاص وعقیدت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے قلوب میں آپؐ کے متعلق پائے جاتے تھے۔ ان کے متعلق جب یہ دیکھا جائے۔ کہ وہ انتہائی عسرت اور تنگی کی حالت میں پیدا ہوئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن معاشرت اور ازدواجی زندگی کے متعلق آپؐ کے اخلاق معجزہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے انسان کے لئے ایک بیوی کو خوش رکھنا۔ اور اسے اپنی اخلاقی قوت سے مطمئن کرنا ایک نہایت کٹھن امر ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت میں نو بیویاں تھیں۔ اور آپؐ نے دنیوی آرام کے متعلق ان کی کسی خواہش کی کبھی حوصلہ افزائی نہ فرمائی۔ اور نہ کبھی انہیں دنیوی لحاظ سے آسائش کی زندگی میسر آئی۔ انہیں ایسا خوش رکھا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عسرت کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔ کبھی دودھ پی لیا جاتا۔ کبھی کھجوریں کھالیں۔ کبھی روزہ رکھ لیا۔ یا فاقہ ہی سنا لیا۔ ہم نے آپؐ کے زمانہ میں نہ کبھی جی بھر کے کھانا کھایا۔ نہ پیٹ بھر کر پانی پیا۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نو گھروں میں باری باری آدمی بھیجا۔ مگر وہ یہی خبر لایا۔ کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ صرف پانی ہے:

جب کھانے پینے کی یہ حالت تھی۔ تو رہائش کے متعلق خود بخود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کس قسم کی ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں الگ الگ حجروں میں رہتی تھیں۔ جن میں نہ صحن تھا۔ نہ دالان۔ ہر حجرے کی وسعت عموماً چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں اس قدر کمزور تھیں۔ کہ ان میں شگاف پڑ گئے تھے۔ چھت کھجور کے پتوں اور شاخوں پر مشتمل تھی۔ جو بارش میں بکثرت ٹپکتی تھی۔ چھت کی بلندی اتنی تھی۔ کہ آدمی کھڑا ہو کر اسے چھو سکتا تھا۔ ان حجروں میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا:

یہ حالت ابتدائی ایام میں ہی نہ تھی۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہی۔ جبکہ بڑی بڑی فتوحات حاصل ہو چکی تھیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ ماترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دینارًا ولا درھمًا ولا بعیرًا ولا شاۃ۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی روپیہ پیسہ چھوڑا۔ نہ اونٹ۔ اور نہ بکری۔ وفات کے وقت آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس چند دراہم کے بدلے گروی تھی:

یہ تھے وہ حالات جن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر ان کی کوئی اولاد بھی نہ تھی جو ان کے لئے دلبستگی کا باعث بنتی۔ مگر باوجود اس کے وہ حسابِ تکلیف کی بجائے شکر وامتنان سے لبریز دل کے ساتھ اس بات پر فخر کرتی تھیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں ہیں اور آپؐ پر دل وجان سے قربان تھیں۔ یہ نتیجہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسنِ معاشرت کا۔ اور یہ ثبوت تھا اس بات کا کہ ازدواجی زندگی کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ جس کی مثال صفحۂ عالم پر کہیں نہیں مل سکتی:

ازدواجی زندگی کو منغض کرنیوالے امور

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ہر رنگ اور ہر لحاظ سے حسن سلوک کر کے ہی ازدواجی زندگی کے لئے اسوۂ حسنہ پیش نہیں فرمایا۔ بلکہ ان وجوہات کا بھی ازالہ فرما دیا جو ازدواجی زندگی کو منغض کرنے والی تھیں۔ ذیل میں ان میں سے بعض کا ذکر کر کے بتایا جاتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس عمدگی سے ان کی اصلاح فرمائی:

لڑکیوں کی پرورش کی تاکید

ازدواجی زندگی پر سخت ناگوار اثر ڈالنے والی۔ اور عورت کو نہایت ہی حقیر اور ذلیل بنا دینے والی ایک بات لڑکیوں کی پیدائش تھی۔ اس وقت عورتوں کے وضع حمل کا زمانہ ان کے لئے بے حد اضطراب اور بے چینی کا زمانہ ہوتا تھا۔ جب کسی عورت کو لڑکی پیدا ہوتی۔ تو خاوند کے غم وغصہ کی کوئی حد نہ رہتی۔ لڑکی کی پیدائش عورت کے لئے گناہ کبیرہ کی مترادف تھی۔ جس کا کفارہ لڑکی کو قتل کر ڈالنے کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو سکتی تھی۔ کوئی لڑکی کو قتل کر دیتا۔ کوئی پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دیتا۔ کوئی زندہ دفن کر دیتا۔ لڑکی کی پیدائش کی خبر سے باپ کا چہرہ غم سے سیاہ ہو جاتا۔ اور وہ اس سوچ میں پڑ جاتا۔ کہ اس کو زندہ رکھنے کی ذلت گوارا کرے۔ یا اسے زندہ درگور کر دے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت سختی کے ساتھ اس ہولناک ظلم کا انسداد فرمایا۔ اور یہ بات ذہن نشین کی۔ کہ لڑکیوں کی پرورش خدا تعالےٰ کے نزدیک بہت بڑے اجر کا موجب ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو خدا لڑکیاں دے۔ اور وہ ان کی باحسن وجوہ پرورش کرے۔ تو وہ لڑکیاں اس کے اور عذاب دوزخ کے درمیان آڑ بن جائیں گی۔ ایک حدیث قدسی میں مروی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے دو لڑکیاں پالیں۔ وہ شخص اور میں جنت میں دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب ہونگے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو خدا نے لڑکی عنایت کی۔ اور اس نے اس کو زندہ دفن نہ کیا۔ اور نہ ذلیل سمجھا۔ اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شے بازار سے لاؤ۔ تو واجب ہے۔ کہ اس کی تقسیم کی ابتدا لڑکی سے کرو۔ کیونکہ جو کوئی لڑکی کو خوش رکھتا ہے وہ گویا اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ اور آتشِ دوزخ اس پر حرام ہے:

اس طرح آپؐ نے اس نہایت ہی ظالمانہ رواج کا انسداد

فرمایا۔ جو لڑکیوں کے متعلق رائج تھا۔ اور جس کی وجہ سے عورت کے لئے ازدواجی زندگی نہایت ہی رنج والم کا باعث بنی ہوئی تھی ؛

لڑکیوں کے متعلق اسوۂ حسنہ

اس تعلیم کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے بھی بتا دیا۔ کہ لڑکی قدر ومنزلت کی مستحق ہے نہ کہ نفرت وحقارت کی مورد۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب آپؐ کی صاحبزادی فاطمہ زہراؓ آتیں۔ تو آپؐ ان کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب سفر کو تشریف لے جاتے۔ تو سب سے آخر میں ان سے ملتے۔ اور واپس آنے پر سب سے پہلے ان سے ملاقات کرتے۔ اپنی دوسری صاحبزادی زینب کی یادگار امامہ کو دوش مبارک پر بٹھا لیتے ؛

یہ تھا وہ اسوۂ حسنہ۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکیوں کے احترام اور ان کی قدر ومنزلت قائم کرنے کے لئے پیش فرمایا۔ اور اس طرح ازدواجی زندگی کی اس خلش کو دور فرما دیا۔ جو لڑکی کی ولادت کے ساتھ ہی پیدا ہو جاتی تھی ؛

تعدد ازواج کی حدبندی

ازدواجی زندگی کو برباد کرنے والی ایک اور چیز غیر محدود تعدد ازواج کی رسم تھی۔ نہ صرف عربوں میں بلکہ دنیا کی دوسری اقوام میں بھی تعدد ازواج کے متعلق کوئی حدبندی نہ تھی۔ حتےٰ کہ باپ کے مرنے پر سوتیلی ماؤں کو بھی ترکہ کے طور پر آپس میں تقسیم کر کے بیویاں بنا لیا جاتا۔ بیویوں میں عدل وانصاف کا تو کسی کو خیال تک نہ تھا۔ وحشیوں کی طرح ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا۔ انہیں محض ہوس رانی۔ اور عیاشی کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ اس طرح لوگوں کی ازدواجی زندگی نہایت ہی ناپاک اور بے حد شرمناک ہو چکی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدبندی کر دی۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم دیا۔ کہ انتہائی صورت میں ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں کوئی نہیں رکھ سکتا۔ اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ ان کے ساتھ بالکل مساوی اور عادلانہ سلوک کیا جائے۔ اور مساوی سلوک کے متعلق اپنا اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ اس طرح ازدواجی زندگی کی اس الجھن سے آپؐ نے دنیا کو رہائی بخشی جس میں وہ بہت بری طرح مبتلا تھی۔ اور جس کی وجہ سے گھروں کا چین وآرام مفقود ہو چکا تھا ؛

طلاق کے متعلق پابندیاں

ایک اور مصیبت جو ازدواجی زندگی پر چھائی رہتی ساؤ ہر وقت خطرہ اور اضطراب میں مبتلا رکھتی۔ وہ بات بات پر طلاق دے دینا تھی۔ یہ تلوار ہر وقت عورتوں کے سر پر لٹکتی رہتی اور وہ ازدواجی مسرتوں سے ہمیشہ محروم رہتیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف بھی توجہ فرمائی چنانچہ فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ یعنی طلاق خدا کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے ادنےٰ اور مبغوض ترین چیز ہے۔ پھر فرمایا تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز منہ العرش۔ کہ شادی کرو۔ لیکن بلا کسی سخت مجبوری کے طلاق نہ دو۔ اس لئے کہ طلاق دینے سے عرش کانپتا ہے ؛

پھر ناقابل برداشت حالات میں طلاق کو روا قرار دیا مگر باوجود اس کے ایسی شرائط عائد کر دیں۔ جو طلاق کو اشد ترین مجبوری کے سوا روکنے والی ہیں۔ مثلاً یہ قرار دیا۔ کہ جب عورت ماہواری ایام میں مبتلا ہو۔ اس وقت طلاق دینا جائز نہیں۔ اس میں یہ مصلحت رکھی۔ کہ حالت حیض میں میاں بیوی کے علیحدہ رہنے کی وجہ سے طلاق دینا سہل نہ رہے۔ پھر طلاق دینے کے بعد وقفہ رکھا۔ تاکہ اس میں مرد عورت خوب سمجھ سوچ لیں۔ اور تعجیل میں ایک دوسرے سے نہ کٹ جائیں۔ ایک اور شرط یہ رکھی۔ کہ اصلاح تعلقات کی کوشش کی جائے۔ نیز ایک بہت بڑی روکاوٹ یہ پیدا کی کہ مرد طلاق دینے پر مہر ادا کرے۔ غرض اس قسم کی پابندیاں عائد کر کے طلاق کو نہایت مشکل۔ نہایت ناپسندیدہ۔ اور نہایت محدود قرار دے دیا ؛

نہایت ہی مختصر پیرایہ میں ان پیش کردہ امور سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ازدواجی زندگی کے متعلق اسوۂ حسنہ نہ صرف بے مثال ہے۔ بلکہ حقیقی راحت۔ اور مسرت حاصل کرنے کا موجب ہے۔ اور اگر آج دنیا اسے خضر راہ بنا لے۔ تو ان تمام مصیبتوں سے نجات پا سکتی ہے۔ جنہوں نے ازدواجی زندگی کو رنج والم سے پُر کر رکھا ہے۔ اور جن کی وجہ سے آرام وچین مفقود ہوتا جا رہا ہے ؛

معذرت

باوجود مضمون کو مختصر لکھنے کی کوشش کرنے کے کسی قدر طویل ہو گیا ہے۔ جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں میں نے اسے اس لئے بڑھنے دیا۔ کہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں میں اس موضوع پر تقریر کرنے والے احباب کے لئے مفید ہو سکے ؛

خاکسار
غلام نبی

خاتم النبیین کی ازدواجی زندگی

از جناب عبدالسلام صاحب بی اے سب انسپکٹر آف سکولز بہار

اس وقت دنیا میں ازدواجی تعلقات زیادہ تر دو ہی اصول پر مبنی پائے جاتے ہیں۔

ایک یہ کہ عورتوں پر مردوں کو جابرانہ حکومت کرنے کا حق ہے۔ اس اصل کے ماتحت عورتوں سے تقریباً غلاموں کا سا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ عورت کی خواہشات۔ جذبات حسیات کو مرد اپنی نفسانیت پر قربان کر ڈالتا ہے۔ اور اپنے اعمال سے عورت کے قلوب پر یہ امر مسلط کر دیتا ہے۔ کہ عورتوں کا وجود بذات خود کچھ نہیں ؛

دوسرا اصل وہ ہے۔ جسے زن پرستی کہا جا سکتا ہے۔ مذہب واخلاق کی حکومت سے کہیں زیادہ ایسے لوگوں کے دلوں پر عورت کی حکومت مسلط ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عورتیں شتر بے مہار کی طرح برائیوں میں پھنستی جا رہی ہیں اور اس کا کوئی سدباب نہیں۔ عیسائیوں کی زندگی جن مشکلات سے گزرتی ہے۔ عوام سے مخفی نہیں۔ خانگی زندگی کی حقیقی مسرت اُن کے گھر سے ناپید ہے ؛

ان کے مقابلہ میں ہمارے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اصل قائم کیا۔ اور جس پر آپ اپنے آخری لمحہ تک قائم رہے۔ وہ سیاسی۔ اخلاقی۔ تمدنی ہر لحاظ سے جامع ثابت ہوا۔ آپؐ نے مردوں کو وہ بات بتائی۔ جس کی پابندی ان کی خانگی زندگی کو جنت کا مصداق بنا دیتی ہے۔ اور عورتوں کو وہ درجہ عطا فرمایا۔ جس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی ؛

آپ نے خانگی کاروبار کو انجام دینا کبھی باعث ہتک نہ سمجھا۔ بلکہ ازواج کی ہمدردی۔ اور دلدہی کے لئے ان کے گھریلو کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ کھانا پکانا۔ برتن صاف کرنا۔ جھاڑو دینا وغیرہ میں آپؐ حصہ لیتے رہے۔ متشددین پردہ کی طرح آپؐ نے کبھی عورتوں کو قید میں نہیں رکھا۔ دوسری طرف عورتوں کو خاوندوں کی پوری پوری اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے حکم دے دیا۔ کہ عورت ایک شب بھی بغیر اجازت خاوند باہر نہیں گزار سکتی ؛

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق

نتیجۂ فکر جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوھر۔ رام پوری

زمیں تھی تختۂ مشقِ مظالم و تزویر
وُہ سو رہا تھا نہ تھی پہلے جس کی کوئی نظیر

فضائے دہر مکدّر تھی ظلم و جفا سے
پڑی تھی جہل کی دُنیا کے پاؤں میں زنجیر

عزیر و عیسےٰ و مریم شریکِ وحدت تھے
خدا پرست بھی تھے شرک و ظلم کے نخچیر

بہم تھے دست و گریباں علوم کے حامل
یہود میں تھی شب و روز اشاعتِ تکفیر

ریا پرست تھے درویش و زاہدانِ جہاں
فریب دل میں پنہاں تھا سبحہ میں تزویر

تھی زیبِ سینۂ واعظ صلیبِ خوں آشام
صنم کدہ بنے معابد تھی حُسن کی جاگیر

غریب و بیکس و مسکیں تھے جور سے پامال
اکابر و امرا کا تھا ظلم عالمگیر

عدالتوں میں نہ تھی بیکسوں کی دادرسی
غریبوں کا نہ مددگار تھا نہ کوئی نصیر

حکومتوں کے اداروں میں اغنیا تھے دخیل
پہونچ رہی تھی خُدا تک مگر نوائے فقیر

خدا کی غیرتِ توحید جوش میں آئی۔
جھکا زمیں کی طرف رحمتوں کا ابرِ مطیر

زمیں کی فردِ مظالم پہ خطِ نسخ کھنچا
بدل دیا گیا یک دم نوشتۂ تقدیر

نمودِ صبحِ امید و سلامتی نے دیا
پیامِ آمدِ داعیِ حق، سراجِ منیر

وُہ دیکھو نیّرِ صدق و صفا نے مونہہ کھولا
وُہ تار تار ہوا۔ دیکھو جامۂ تزویر

وُہ دیکھو ماحیِ شرک و مظالم آپہونچا
خُدا نے بھیجدیا مصلح و آشتی کا سفیر

سنا وُہ مطلعِ ثانی کہ جھوم اٹھیں گوھر
فلک سے لیکے زمیں تک کے سب جوان و پیر

مطلعِ ثانی

محمدؐ عربی تو ہے وُہ سراجِ منیر
چمک اٹھی تیری بعثت سے ارض کی تقدیر

خُدا کی رحمتِ واسع کا مظہرِ کامل
ہر ایک نوعِ بشر کے لئے نذیر و بشیر

تقدسِ ازلی تیری شکل سے ظاہر
ہے راحتِ ابدی تیرے حال کی تصویر

تری تڑپنے۔ تیرے دل کی بیقراری نے
بنایا غارِ حرا کو بھی منزلِ توقیر

ترا خدا ہے سلام و مہیمن و مومن۔
پیامبر ہے امیں۔ تو امیں۔ زہے تقدیر

تجھے دیا ہے خدا نے وُہ آخری پیغام
کہ جس سے نسلِ بشر سب کی سب ہو پُرتنویر

تری نظر کے لئے وسعتِ زمین و زماں
نہیں ہے اور نہ ہوگی کبھی بھی دامنگیر

تو ہے رسولِ خدا بہرِ ہر زمین و زماں۔
ترا وجود ہے رحمت۔ بہر امیر و فقیر

خُدا نے بخشی تجھے ہمت قوی و بلند
ہر ایک کوہِ مصائب تھا جس کے آگے شعیر

ترے پیام نے مکہ میں ڈالدی ہلچل
عرب میں آگ لگانے لگی تری تقریر

وُہ کونسی تھی مصیبت نہ ٹوٹی جو تجھ پر
وُہ کونسی تھی نہ جھیلی۔ جو ذلت و تحقیر

وُہ جو تھے خویش و یگانہ ہوئے وُہ بیگانہ
ہلاک کرنے کی دن رات ہوتی تھی تدبیر

فرشتے آنکھیں بچھاتے تھے تیرے رستے میں
عرب بچھاتے تھے کانٹے مگر پئے تعزیر

سجود میں تیرے سر پر غلاظتیں ڈالیں
گلے میں ڈالتے تھے پھانسیاں خبیث و شریر

کیا شہید صحابہؓ کو تیرے اعدا نے
لٹایا جلتے ہوئے پتھروں پہ کر کے اسیر

یہ اس لئے کہ ہے بند دعوتِ توحید
مخالفت میں بتوں کی نہ کر سکے تقریر

ملا رہا تھا بشر کو خدا سے یہ تھی خطا
بچا رہا تھا بدی سے یہ تھی تری تقصیر

لگائے پہرے کہ آنے نہ پائے کوئی بشر
نہ سن سکے تیرے منہ سے کبھی کوئی تقریر

نہ پڑھ سکے کوئی آواز سے کلام اللہ
اٹھا رکھی نہ دہن بندی کی کوئی تدبیر

خدا کی راہ میں مرنے سے تو۔ تیرے ساتھی
ڈرائے جا نہ سکے جب تو سوجھی یہ تدبیر

کہا قریش نے لے تو حکومت و زر و زن
بنائے لیتے ہیں ہم تجھکو اپنا شاہ و امیر

مگر خدا کے لئے بند کر زباں اپنی
نہ کر ہمارے بتانِ عزیز کی تحقیر

سُنا قریش نے اس کے جواب میں جو کچھ
وُہ کیا تھا؟ شعلۂ جوالہ نعرۂ تکبیر

بچا نہ شہر، نہ گاؤں نہ گاؤں کا بازار
خُدا کے نام کی کی تو نے ہر جگہ تشہیر

جو مدح خواں تھے تیرے ان سے گالیاں سن لیں
بٹھانے والوں سے آنکھوں پہ دیکھ لی تحقیر

وُہ جو سمجھتے تھے صادق تجھے۔ امیں سمجھے
وُہ جو کہ جانتے تھے تو ہے ایک پاک ضمیر

وُہ جو کہ دانش و حکمت کی تیری قائل تھے
ہر ایک بات تیری جانتے تھے پُر تاثیر

اُنہی نے کاذب و مجنوں تجھے خطاب دیئے
انہی خطابوں سے کی تیری ملک میں تشہیر

بنایا ساحر و مسحور و مفتری تجھکو
ستانے کو کھڑے ہوگئے صغیر و کبیر

دکھایا نجد میں طائف نے ایک نظارہ
نبیؐ قوم ہٹا آگے تو پیچھے جمِ غفیر

لباس چاک کیا تیرا سنگباری کی
بجائیں تالیاں پیچھے کہ ہو ذلیل و حقیر

ہراس تھا تیرے دل میں نہ بغض و کینہ تھا
دُعا یہی تھی کہ اے میرے رب سمیع و بصیر

خطا معاف کر ان کی انہیں سمجھ دے تو
انہیں دے گوشِ حقیقت نیوش ربِ قدیر

دلوں کو کھولدے ان کے صداقتوں کیلئے
یہ دیکھیں نور ترا دے انہیں وُہ چشمِ بصیر

خدا کے حکم کو پہونچایا تو نے دور و قریب
ہر ایک روک تھی اک خشت تو پئے تعمیر

بلند ہونے لگا قصرِ ملتِ بیضا
شریک ہونے لگے مرد و زن جوان و پیر

برونِ مکہ ہر اک رہ میں جاکے تو بیٹھا
پیامِ حق کو سُنے تجھ سے تا ہر اک رہ گیر

نکل کے شہر سے جنگل میں جاکے کی تبلیغ
اندھیری راتوں میں پھر پھر کے تو نے کی تقریر

تو باز آیا نہ جب دعوت الی الحق سے
ہلاک کرنے کی کی تیرے آخری تدبیر

کیا محاصرہ تیرے مکاں کا اعداء نے
کہ قتل کرکے تجھے دیں بتوں کو پھر توقیر

خدا کے حکم نے ہجرت کا دے دیا پیغام
کہ غارِ ثور کی آغوش بھی ہو پُر تنویر

ہوا نصیب مدینہ کو شرفِ منزلِ نور
اٹھیں جہاں سے کہ امواجِ نصرت و تسخیر

یہودیوں کو نصاریٰ کو دعوتِ حق دی
کہ وحیِ موسےٰ و عیسےٰ کی ہے یہی تفسیر

میں وُہ نبی ہوں کہ تم منتظر تھے صدیوں سے
کتابِ موسےٰ و عیسےٰ میں ہے میری تبشیر

مجھے قبول کرو ہو خُدا کے پھر مقبول
یہ کارِ خیر ہے اس میں کرو نہ کچھ تاخیر

خُدا کے قہر و غضب سے ڈرو خدا کے لئے
پھرے جو مجھ سے نہ پاؤ گے پھر پناہ و ظہیر

نجاتِ عام کا نسخہ ہے یہ مرا قرآں
علاج کرتا ہوں میں تم ہو علاج پذیر

بنو نہ ضال نہ مغضوب اے خردمندو
بلاؤں میں تمہیں ڈالیگی یہ میری تکفیر

کتابیں اپنی اٹھا کر پڑھو بخوفِ خدا
بشارتیں ہیں۔ علامات ہیں مری تحریر

مجوس و گبر و نصاریٰ یہود میں تو نے
ادا کیا حقِ تبشیر۔ اور حقِ تنذیر

جلال و سطوتِ شاہی کا تجھ پہ رعب تھا
کہ پہنچے قیصر و کسریٰ کے پاس تیرے سفیر

تجھے نہ مان کے یہ تخت و تاج کھو بیٹھے
نہ کام آئیں وُہ فوجیں نہ ترکش و شمشیر

وُہ کج کلاہ کیانی نصیبِ خاک ہوئے
ہوا نصیب نہ قیصر کو پھر وُہ تاج و سریر

خدا نے تجھکو تیرے متبع غلاموں کو
بنایا صاحبِ اقبال و ملک و تاج و سریر

ترے مصائب و آلام کا شمار نہیں
ترقیوں کی بھی تیری نہیں ہے کوئی نظیر

یہ نذر گوھر عاصی قبول کر مولےٰ
مدد مدد کہ نہیں جز تیرے نصیر و ظہیر

اقتصاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم

(رقم زدہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

اقتصاد کا مفہوم

اکانومی یا اقتصاد کا عام مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان اپنے روپیہ پیسہ کا سمجھ سوچ کر خرچ کرے۔ کوئی اس کا بے جا صرف نہ ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ روپیہ بچانے اور جمع کرنے کی سعی کرے۔ چونکہ عام طور پر روپیہ پیسہ تبادلہ اشیاء کے واسطے ایک مرکزی ذریعہ ہے۔ اس واسطے فی زمانہ ہر شخص کی دولت کا معیار یا اس کی آمدنی کا اندازہ روپیہ پیسہ کے ذریعہ سے ہی کیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس سب سے زیادہ روپیہ ہو۔ وُہی سب سے زیادہ دولت مند سمجھا جاتا ہے۔

الگ الگ اقتصاد

اس اقتصاد کے مسئلہ کو جب ہم مختلف اشخاص کے حالات زندگی اور تاریخی واقعات میں مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کا اقتصاد۔ اُس کے عقائد۔ خیالات۔ جذبات محبت کے لحاظ سے الگ الگ اشیاء کا ہوتا ہے۔ وُہی چیز جس کو ایک شخص اپنی محنت و مشقت سے بچاتا ہے۔ دُوسرا شخص اسی چیز کو ایک اور پیاری چیز کی خاطر کھونا۔ اور قربان کر دینا جائز سمجھتا ہے۔ مثلاً ایک جینی اپنے مونہہ پر کپڑا باندھ کر اپنے تنفس کی تنگی کو برداشت کر لینا زیادہ اچھا سمجھتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وُہ اس احتمال میں پڑے۔ کہ شائد کوئی ہوائی باریک بھنگا اس کے مونہہ میں جا کر ہلاک ہو جائے۔ اس کے نزدیک پتنگوں کی جانیں اُس کے نفس کے آرام سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اور وُہ انہیں بچانا چاہتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک دُوسرا شخص اپنے نفس اور جان کو آرام پہونچانے کے لئے اگر ضرورت پڑے۔ تو ہزاروں کیڑوں اور پتنگوں کو ہلاک کر دینا ایک معمولی بات خیال کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مثال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام ابتدائی زمانوں میں ایک دفعہ مسجد مبارک میں بیٹھے ہُوئے کسی اشتہار یا کتاب کا ایک ضروری مضمون تحریر فرما رہے تھے۔ اور اس میں آپ کی توجہ اس قدر لگی ہُوئی تھی۔ کہ اُس میں کسی کی طرف سے خلل اندازی آپ کو منظور نہ تھی۔ عین اسی وقت ایک میوہ فروش آ گیا جس نے آپ کا آموں کا باغ ایک بڑی مقررہ رقم کے عوض ٹھیکہ پر لیا ہُوا تھا۔ وُہ میوہ فروش فصل اٹھا چکا۔ اور فروخت کر چکا تھا۔ اب آخری وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ کہ آم تو کچھ گر گئے۔ کچھ جانور کھا گئے۔ مجھے کچھ فائدہ نہیں ہُوا۔ اور رونے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپسند ہُوا۔ کہ اُس کی باتوں سے مضمون میں حرج ہوتا ہے فرمایا۔ تم کچھ دیتے بھی ہو۔ یا نہیں۔ اُس نے بارہ آنے نکال کر دیئے کہ میرے پاس تو صرف یہ ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ اور پھر رونے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ بارہ آنے رکھ دو۔ اور خود اُٹھ چلے جاؤ۔ اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ اُس وقت جس دینی خدمت میں آپ معروف تھے۔ آپ کو وُہ اس سے زیادہ پیاری تھی کہ اس شخص سے مقررہ رقم کے متعلق گفتگو فرماتے۔ اور ایک بڑی رقم جو اس سے وصول کرنے کا آپ کو حق تھا۔ اس کو آپ نے اُس مضمون کی خاطر قربان کر دیا۔ اور اس طرح بہتوں کا ایمان ضائع ہونے سے بچا لیا۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال

حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دفعہ بہت سی بکریاں جمع ہو گئیں۔ اور سو بکریوں تک ریوڑ کی تعداد پہونچ گئی۔ ایک بدوی عرب نے راستہ گزرتے ہُوئے جب سو بکریاں اکٹھی دیکھیں۔ تو اُس نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس کی بکریاں ہیں۔ لوگوں نے اُسے بتلایا۔ کہ یہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بکریاں ہیں۔ یہ سُنتے ہی وُہ کہنے لگا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت بڑا آدمی ہے۔ اتفاق سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہیں قریب تھے۔ اور حضُور نے اُس کی بات سُن لی۔ اُسے مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا سو بکری کا مالک ہونے سے کوئی بڑا آدمی بن جاتا ہے؟ بدوی نے کہا۔ ہاں اس میں شک کیا ہے۔ کہ سو بکریاں بڑے آدمی کے پاس ہی ہو سکتی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا ہم نے تم کو بڑا آدمی بنا دیا۔ تم یہ سو بکریاں لے جاؤ۔ اب یہ تمہاری ہو گئیں ہیں۔

وُہ شخص بکریاں لے گیا۔ اور اپنے قبیلے کے آدمیوں کو جمع کر کے انہیں تبلیغ کی۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے یکبارگی سو بکریاں دے دی ہیں۔ ایسے دل گردے کا آدمی اور ایسی سخاوت والا سوائے نبی کے دُوسرا نہیں ہو سکتا۔ بے شک وُہ اللہ کا رسول ہے۔ اس پر وُہ شخص اور اُس کا سارا قبیلہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے سو بکریاں قربان کر دیں۔ اور ایک قبیلہ کو ایماندار بنا دیا۔ یہ بچانا۔ یہ اقتصاد۔ یہ ایکانومی۔ اقتصاد النبی کا ایک نمونہ ہے۔

دُوسری مثال

تبلیغ حق کے ادا کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کبھی گھبرائے اور نہ کبھی بے دل ہُوئے۔ دُشمنوں نے آپ کو ہر طرح کے دکھ دیئے اور قسما قسم کے مصائب میں ڈالا۔ مگر کبھی آپ نے ان کے حق میں بددُعا نہ کی۔ ایک دفعہ جب کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عربوں کے ایک میلے پر اس واسطے تشریف لے گئے۔ کہ وہاں بہت لوگ جمع ہوں گے وہاں تبلیغ کی جائے۔ تو بدمعاشوں نے چند گنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپ پر پتھر پھینکنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ آپ واپس آنے پر مجبُور ہو گئے۔ عین اس حالت میں جبکہ آپ واپس آ رہے تھے۔ اور نابکار دُشمن پتھروں کی بھرمار سے آپ کی پشت مُبارک لہُو لہان کر رہے تھے۔ خدا کا فرشتہ آپ پر نمودار ہُوا۔ اور اُس نے کہا یا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اجازت ہو۔ تو ہم ان لوگوں کو ہلاک کر دیں آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ یہ نہیں۔ تو ان کی اولاد ایمان لائے گی۔ اور اسلام قبول کریگی۔ اللہ۔ اللہ۔ کیا عالی حوصلگی ہے کتنا عفو ہے بنی نوع انسان کی کیسی خیر خواہی ہے۔ مسیح ابن مریم کیسے نرم دل اور شفقت کرنے والے نبی تھے۔ مگر انہوں نے بھی آخر بد اندیشوں کی دشمنیوں سے تنگ آ کر اُن پر بددُعا کی۔ ان کا ذیل نامہ انجیل میں موجود ہے۔ حضرت نوحؑ جیسے رحم دل پیغمبر نے بھی مخالفوں پر بددعا کی۔ مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب کبھی بددعا کی طرف نہ جھکا انہوں نے اپنے جذبہ انتقام اور سزادہی کو دبا کر مخلوق کی جانیں اور ساتھ ہی ان کا اور ان کی اولاد کا ایمان بچایا۔ آج جب کوئی بڑا آدمی مرتا ہے۔ تو اخباروں میں لکھا ہوتا ہے۔ کہ وُہ اتنے کروڑ روپیہ چھوڑ مرا۔ کروڑوں روپیہ کا بچانا اس کے زندگی بھر کے اقتصاد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسیٹھ ۶۳ سال کی محنت و مشقت۔ اور جفاکشی کی زندگی کے بعد کیا بچایا۔ وصال کے وقت تھوڑی سی رقم کے عوض آپ کی زرہ ایک یہُودی کے پاس گرو تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی روپیہ پیسہ نہ کبھی آپ نے جمع کیا۔ اور نہ چھوڑا۔ مگر آپ نے عمر بھر کی کمائی سے ہزاروں صحابہ رضوان اللہ علیہم پیدا کئے۔

یہ تھیں آپ کی تبلیغی کوششیں اُس امام النبیین۔ فخر بنی آدم سرور انبیاء نے تبلیغ حق کو اپنے مال۔ آرام۔ آبرو۔ جان۔ دوست۔ رشتہ دار غرض ہر چیز سے زیادہ اہمیت دے کر اپنے اس فریضہ کو ادا کیا۔ اور اس کا نتیجہ جو ہُوا ظاہر ہے۔ کہ دُنیا کے کسی نبی نے اپنی زندگی میں اپنی تبلیغ کو اُس اعلےٰ نتیجہ پر نہیں دیکھا جس پر کہ آنحضرت پہونچے۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

دعوت الی الحق میں بے نظیر استقلال دکھانے والا

از ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی۔

(۱)

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ریگستان عرب کے عکاظ نامی ایک مشہور میدان میں ہزاروں انسانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ ہر قبیلے کے لوگ مختلف زبانیں بولنے والے عرب زرق برق لباسوں میں ملبوس مختلف لا انواع مشاغل میں منہمک نظر آتے تھے۔ ہر طرف ڈھولوں اور نقاروں کی پیہم آوازیں اور اُعلُ ہُبَل کے نعرے توجہ انسانی کو اپنی طرف جذب کرتے تھے۔ عکاظ کا وسیع میدان انسانوں سے بھرا ہوا تھا ایک طرف انسانوں کے بہت بڑے اجتماع میں بڑی ڈیل ڈول والے پہلوان مصروف زور آزمائی تھے۔ تو دوسری طرف ماہرین فنون حرب ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے جوہر دکھا رہے تھے۔ ایک طرف انہی وحشی بدوؤں میں سے قدرے مہذب اور مقابلۃً شریفانہ لباس میں ملبوس لوگوں کا ایک گروہ عجیب انداز میں زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس میں ملک کے مشہور و معروف اور مختلف قبائل کے منتخب شعراء اپنے اشعار ایک دوسرے کے بالمقابل پڑھ کر اپنے اپنے قبیلے کی لاج رکھ رہے تھے۔ اپنے قبیلے کے شاعر کو داد دینے کے لئے بچے سے لے کر بوڑھے تک پوری آواز کے ساتھ چلا چلا کر نعرہ تحسین بلند کر رہا تھا۔ اس میلہ میں اہل عرب جانوروں اور مویشیوں کو لے کر بغرض خرید و فروخت جمع ہوئے تھے۔ اس میدان میں صناع بھی اپنی اپنی مصنوعات کو سجا سجا کر قدر دانوں سے داد خواہ ہو رہے تھے۔ غرضکہ عکاظ کا میدان ہر قسم کے انسانوں کا جائے اجتماع بن رہا تھا۔ اس میں شرفاء اور مہذب بھی تھے۔ اور کمینے اور وحشی بھی۔ مصروف اور با کار بھی تھے۔ اور بے فکر اور بے کار بھی۔ اگر اس میدان اور اس کے اجتماع کو اس زمانہ کے عرب کا نچوڑ کہا جائے۔ تو نا درست نہ ہو گا۔

(۲)

اس اجتماع میں جو ہزارہا انسانوں کا عظیم الشان اجتماع تھا ایک نورانی چہرے والا بزرگ داخل ہوا۔ نہایت شاندار نورانی چہرہ۔ سفید رنگ۔ مگر چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی کی جھلک دوڑ رہی تھی۔ برف کی طرح سفید لباس زیب تن کئے نہایت خوبصورت اور گول چہرہ۔ گھنی کالی ڈاڑھی۔ جو چہرے کی سفیدی اور گولائی کے ساتھ انتہائی مناسبت رکھتی تھی۔ اُونچی ناک۔ آنکھیں موٹی۔ مگر نہایت خوبصورت تھیں۔ اس کے چہرے پر عشق الہٰی کے آثار ہویدا تھے۔ خشیت الہٰی اس کے بشرے سے ٹپک ٹپک پڑتی تھی۔ کمر گو ٹیڑھی نہ تھی۔ مگر وہ تمام دُنیا کی ہدایت اور فلاح و بہبودی کی تڑپ سے اس قدر گھلا جا رہا تھا۔ کہ اگر خدا کا خاص فضل شامل حال نہ ہوتا۔ تو آج وہ سرو آسا چلتا نظر نہ آتا۔

خدا کا جلال اس کے چہرے پر عیاں تھا۔ جسمانی قویٰ مضبوط۔ ڈیل ڈول اور اعضا متناسب اور جاذب نگاہ ہونے کے باوجود اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ کسی دنیوی طاقت کے آگے نہیں۔ بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کے بے شمار احسانات اور لا انتہا رحمتوں کے بوجھ نے اُس کی گردن کو جھکا رکھا تھا۔ وہ ایک کامل سکوت اور دلوں پر رُعب طاری کر دینے والی خاموشی کے ساتھ داخل ہونے والا بزرگ اپنے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ہوئے تھا۔ وہ کتاب ظاہری شکل و شباہت کے لحاظ سے کتاب ہی تھی۔ مگر اس میں ایک عجیب چیز بھی تھی۔ جو غور سے دیکھنے والوں کو خاص طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھی۔ اور وہ یہ کہ گاہے گاہے اس میں سے آتشین شعاعیں نکل نکل کر اپنے ماحول میں اپنے اثرات ظاہر کرتی تھیں۔ وہ بزرگ چند قدم چلنے کے بعد اُس "آتشیں شریعت" کو کھول کر اس میں سے کچھ دل ہی دل میں پڑھ لیتا تھا۔

(۳)

وہ فطرتاً خاموش طبیعت تھا۔ اس کی حیا آفرین نگاہیں اجنبیوں کے ساتھ کلام کے وقت شرماتی تھیں۔ مگر اس کو بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ان کی فلاح و بہبودی کی دل کو گھلا دینے والی تڑپ۔ اور خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد لاعلمی سے ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے انسانوں کو ان کے عبرتناک انجام سے متنبہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ وہ آہستگی سے ایک شخص کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے لبہائے سکوت میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور پیار و محبت اور رحم اور شفقت کے جذبات میں ڈوبی ہوئی صدا نکلی:۔

"میں آپ کو خداوند یگانہ کا پیغام سنانا چاہتا ہوں"

یہ الفاظ بظاہر معمولی معلوم ہوتے تھے۔ مگر اثر یہ تھا۔ کہ شیطان اپنی تمام فوجوں کے ساتھ مضمحل ہو گیا۔ اس کی طاغوتی سلطنت میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر یہ آواز دُنیا میں کامیاب ہو گئی۔ تو اس کی جمعیتیں منتشر ہو جائیں گی خدائی حکومت جیسا کہ وہ ظاہری طور پر دُنیا پر ہے۔ دلوں پر بھی ہو جائے گی۔ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان صلح ہو جائے گی اور ان کے درمیان جدائی ڈالنے والے (شیطان) کے لئے کوئی ٹھکانہ نہ ہو گا۔ کفر و گمراہی کے ڈھانچے نیکی اور طہارت کے مجسمے بن جائیں گے۔ شیطان اس عظیم الشان تغیر کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ فوراً ایک بوڑھے کی شکل میں متمثل ہو گیا۔ اور اُس خدا نما بزرگ کے پیچھے کھڑا ہو کر اُسی شخص سے جس کو اس بزرگ نے خطاب کیا تھا۔ مخاطب ہو کر کہنے لگا:۔

"خبردار! اپنا وقت ضائع نہ کر۔ یہ شخص جو تمہارے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ میرا بھتیجا ہے۔ اس کا والد چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ ہم نے اس کی پرورش کی۔ یہ بچہ بڑا ہونہار تھا۔ عاقل تھا۔ نیک تھا۔ اتنا نیک کہ تمام قبیلے میں اس کی مثال نہ تھی۔ قوم کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ مگر ہماری بدقسمتی اور بدبختی کی انتہا نہ رہی۔ جب یہ بڑا ہوا۔ تو یکدم پاگل ہو گیا۔ اب یہ جوش جنون میں تمام دن پھرتا رہتا ہے۔ ہر واقف و ناواقف راہگیر کو کھڑا کر کے اپنی مجنونانہ باتیں سُناتا رہتا ہے"

چچا یہ باتیں کر رہا تھا۔ درندوں کی طرح خونخوار آنکھیں تھیں۔ بُشرے پر شرارت اور جاہلیت کھیل رہی تھی۔ اس کی حد درجہ مزوّرانہ مگر بظاہر مؤثر تقریر کو اُس نوجوان نے کوہ وقار کے ساتھ خاموشی سے سُنا۔ شیطان نے چچا کی باتوں کو نفس امارہ کے رستہ مخاطب کے دل میں داخل کر دیا۔ یکدم اس کی بدعملیاں اور بدظنیاں سپاہی بن کر اُس کے چہرے پر اُمڈ آئیں۔ تمرد اور تکبر کا بھوت اُس کی گردن پر سوار ہو گیا۔ اور ایک مکروہ تبختر کے ساتھ سر اٹھا کر وہ اُس خدا نما انسان سے کہنے لگا:۔

"میں تمہاری باتیں سُننا نہیں چاہتا۔ مجھے فرصت نہیں"

شیطان خوش تھا۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ یہ حد درجہ مایوس کن جواب خدا کے اس عظیم الشان پیغامبر کے جذبات کو بُری طرح مجروح کر دے گا۔ مگر خدا کے اُس فرستادہ کے لبوں میں ایک دفعہ پھر حرکت ہوئی۔ اُس نے اس بدقسمت انسان کو مخاطب کر کے کہا "جو اللہ کا پیغام سُننا نہیں چاہتا۔ اللہ بھی اس کو سنانا نہیں چاہتا"

یہ فرمایا۔ اور آگے چل پڑا۔ شیطان نے فاتحانہ انداز میں ٹھنڈا سانس لیا۔ اُسے یقین تھا۔ کہ اب خدا کا پیغام کسی شخص کو نہ سنایا جائے گا۔ مایوسی اور ناکامی اس انسان پر چھا جائے گی

مگر اس کی اپنی یاس و نا امیدی کی حد نہ رہی جب ایک دُوسرا شخص سامنے آیا۔ تو اُس انسان نے بعینہٖ اُسی انداز سے اُسے مخاطب کرکے فرمایا۔ "میں تمہیں اللہ کا پیغام سُنانا چاہتا ہوں"۔

چچا نے پھر آگے بڑھ کر وُہی کذب آفریں تقریر کی شیطان اُس کو موثر بنانے کے لئے اپنی تمام طاغوتی طاقتیں بروئے کار لایا۔ پھر شیطان کا مطلوبہ نتیجہ ظاہر ہوا۔ اور اس شخص نے اپنے بئس العشیرین کی زیر ہدایت جواب دیا۔ "میں تمہاری باتیں سُننا نہیں چاہتا مجھے فرصت نہیں"۔

اُس خدا نما انسان نے پھر وُہی جواب دیا۔ "جو اللہ کا پیغام سُننا نہیں چاہتا۔ اللہ بھی اُسے سنانا نہیں چاہتا"۔

شیطان اور اس کی ذریت شاداں و فرحاں تھی۔ وُہ فرط انبساط میں بار بار چچا کی پیٹھ ٹھونکتا تھا۔

(۴)

وُہ انسان یہ سب کچھ اپنی دُور بین نورانی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی فطرتی خاموشی اس کے مبارک لبوں کو تشنۂ کام تقریر بنائے رکھتی تھی۔ وُہ برابر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور جو شخص ملتا۔ اس کو "اللہ کا پیغام" سُننے کی دعوت دیتا۔ چچا اپنی تقریر کو دوہراتا۔ اور شیطان بدستور اُس کی پیٹھ ٹھونکتا۔ اس میدان میں اس بزرگ کو ایسے لوگ بھی ملے۔ جن کی فطرتوں کو شیطان اور اس کی قوتوں کے ساتھ کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی۔ جن کے دل نیک اور صداقت کی تڑپ رکھنے والے تھے۔ ان پر شیطان کا مکر کارگر نہ ہو سکا۔ ان کو اس انسان کا چہرا خدا کے نور اور جلال کا مظہر نظر آیا۔ اور اس کے چچا کی پیشانی پر ان کو لعنت اور نحوست برستی دکھائی دی۔ انہوں نے خدا کا پیغام انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ اُس مجسمۂ حسن و جمال کی حق پاش زبان سے سُنا۔ اور اس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دی۔

بدقسمت چچا یہ ناکامی برداشت نہ کر سکا۔ اُس کی فطرتی درندگی، اُس کی مکار آنکھوں میں خون بن کر اُتر آئی اور وُہ انتہائی وحشت کے ساتھ بدزبانی کرتے ہُوئے اپنا گریبان چاک کرنے لگا۔ یہ صداقت کی عظیم الشان فتح تھی۔ شیطان اور اُس کے مظاہر عکاظ کے میدان میں پچھاڑے گئے۔ اور اس دن تمام دُنیا کو معلوم ہو گیا۔ کہ حق و صداقت کے علمبردار اور تبلیغ حق کے فریضہ کو پہنچانے والے عالی حوصلہ اور مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ اور ان کے بالمقابل جھوٹ اور مکر کو پھیلانے والے کم ظرف چڑچڑے۔ اور بے حوصلہ۔ وُہ نورانی چہرہ والا انسان خدا کا مقدس رسولؐ۔ میرے پیارے مسیح موعودؑ کا پیارا آقا "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار" اور آپ کی مخالفت کیلئے آپ کے سایہ کی طرح پھرنے والا چچا "ابولہب" تھا۔

آہ! کیا ہی بدبخت وُہ انسان تھے جنہوں نے اس مجسمۂ نور و ہدایتؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے کانوں سے اس کی مبارک منادی کو سُننے کے باوجود اسے قبول نہ کیا۔ اور کیا ہی خوش قسمت تھے وُہ انسان جو خدا کے اس پیارےؐ کی صحبت سے فیضیاب ہُوئے۔ اور خود آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے "تبلیغ حق کا فریضہ" ادا ہوتے دیکھا۔

خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں خدا کے اس برگزیدہ رسول محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار غلاموں پر ہوں۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

رسول کریمؐ نے انسان کو کس اعلیٰ مقام پر پہنچایا

از جناب بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب۔ قادیان۔

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ

اے انسان بلاریب تو سعی اور کوشش میں اپنے نفس کو جہاد میں لگانے والا ہے پس اپنے مربی کے لئے جو بتدریج تجھے دائمی راحت کی زندگی کی طرف لیجانا چاہتا ہے۔ مجاہدہ کر کیونکہ تو اس کی ابدی ربوبیت کے لئے مخصوص ہو چکا ہے۔ تو مر کر فنا نہیں ہوگا۔ بلکہ پھر اس کی بے مثل ربوبیت کے زیر سایہ ہمیشہ کے لئے آئے گا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کے اسمائے حسنیٰ کا فیض۔ کرم۔ جود۔ فضل اور سلسلۂ تربیت غیر محدود اور نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو پھیلانے کے لئے انتھک سعی فرمائی۔ وُہ اپنی آپ ہی مثال ہے آپ نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر بے مثل مجاہدہ سے اپنی امت کے لئے دُعائیں کیں۔ لہولہان ہو کر۔ بے وطن ہو کر۔ بے سرو سامان ہو کر خود اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا بجا مخلوق کی بھلائی کے لئے اپنے خون سے زمین کے مُونہہ کو سُرخ کرتے ہُوئے وُہ قربانی کی جس کی نظیر پیش کرنے سے دُنیا عاجز ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمانی مجاہدے میں جیسے یہ بات صاف اور نمایاں نظر آتی ہے۔ کہ انسان کو نفسانی ظلمت سے نکال کر نورانی خلعت سے ملبوس کرنا آپ کا مدنظر تھا۔ اسی طرح آپ نے رُوحانی مجاہدہ یعنی دینی تعلیم میں اپنے اسوۂ حسنہ سے انسان کو آخرت کی تیاری کے لئے رذائل سے نکال کر تقدس اور طہارت کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا ہے۔ تاکہ یہ بعضکم لبعض عدوّ کا مصداق بن کر جنت کے مقام کے ناقابل ثابت نہ ہو اور اس دائمی زندگی میں باہمی عداوت کی لعنت سے بالکل بے لوث ہو کر آسائش و آرام کی نہ ختم ہونے والی زندگی بسر کر سکے۔ آپ نے واضح فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے صفات اور اُس کے تمام افعال بے عیب اور ہر قسم کے نقص سے بالکل منزہ ہیں اس نے انسان کو محض اس کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ورنہ یہ مخلوق اس کے مجد اور جلال اور اکرام میں کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکتی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور مخالفین کی ان کے مقابلہ میں باوجود سر توڑ کوشش کے ناکامی انسان کی آخرت کی دائمی زندگی پر ایک بین دلیل ہے۔ ورنہ انسان کو پیدا کرنا اور چند سالوں کے بعد مار دینا دوسرے جانداروں کی طرح اس کا زندگی بسر کرنا اور ایک دن ہمیشہ کے لئے فنا ہو جانا۔ یہ کوئی کام نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے صفات اُس کے جلال اس کے مجد اور اس کے اکرام کے شایان شان ہو۔ اللہ تعالےٰ نے صرف ایسی خلق کا نام عبث رکھا ہے۔ اور بزور اپنے تنزیہی صفات کا ذکر فرما کر دائمی حیات کے وجود پر قوی یقین دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ میری رحمت سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کہیں ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون فرما کر اور کہیں لھم اجر غیر ممنون کہہ کر انسان پر واضح کیا ہے۔ کہ آخرت کی حیات اور وہاں کے انعامات اس کے لئے یقینی ہیں۔

دراصل انسان کو اس قابل بنا دیا۔ کہ وُہ ایسی ہستی پر یقین کامل حاصل کرے۔ جو اپنے صفات میں بے مثل، محسن اور مربی، غیر فانی اور دائمی فیض رساں ہے۔ اور اس کے لئے ایک ناہموار اور بے لگام قوم میں اکیلے کھڑے ہو کر ماریں کھا کر ان تھک کوشش سے کامیاب ہو جانا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عزم بالجزم کا ہی نتیجہ ہے۔ خدا تعالےٰ سے انسان کا تعلق پیدا کرانے کے لئے آپ نے جو رات دن خود اور اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ کوشش کی کسی شریف انسان کی رُوح اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔ بلکہ صدق دل سے جزاءً وفاقاً کو مدنظر رکھتے ہُوئے بے ساختہ اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد و علٰی اٰل سیدنا محمد پکار اُٹھتی ہے۔ بُت پرستوں اور نفس کے پجاریوں کو جو رات دن نفسانی شہوات میں اور نفسانی حظوظ میں مستغرق ہونے کی وجہ سے خالق ارض و سماء کی طرف بالکل ہی پیٹھ کئے ہُوئے تھے تمام نفسانی آلائشوں سے پاک کرکے یؤثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کے مقام پر کھڑا کر دینا جو بجز اللہ تعالےٰ اور یوم آخرۃ پر قوی ایمان ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ان تھک کوششوں اور نیم شبی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا۔ یہ آپ کی سرگرم کوشش کا ہی نتیجہ تھا کہ بالکل ہی تھوڑے عرصہ میں کثیر حصہ دُنیا کا اخلاص سے آپ کے عقائد کے آگے بے چون و چرا سر تسلیم خم کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ تاریخوں کے ہزاروں صفحات آپؐ کے اور آپ کے صحابہؓ کے کارناموں سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں صدق کی روح اپنے حقیقی مولیٰ کے لئے ہزار جان سے صدقے اور نثار ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خداشناسی کے علوم کے جتنے بھی نایاب خزانے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وُہ صرف تیری ہی مقدس رُوح کے طفیل انسان کے حصے میں آئے ہیں۔ اللّٰھم ابعثہ مقاماً محمودا الذی وعدتہ۔

دُنیا کے مبلّغ اعظم کی بے مثال تبلیغی شان

از جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

رسُول کریمؐ کی مشکلات

دُنیا میں تبلیغی عمارت کی بُنیاد قائم کرنے والے وجُود خدا تعالےٰ کے ماموُر اور مرسل ہی ہوُا کرتے ہیں۔ سب مبلغین سے بڑا مبلّغ خُدا کا رسول ہوتا ہے۔ اور دُوسرے اس کی ہدایت کے نیچے اس کی اقتدا میں تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ دُنیا کی ہر قوم کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے کوئی نہ کوئی رسول مبلغ ہو کر آیا لیکن وُہ رسول جو تمام اقوام عالم کے لئے مبلغ کر کے بھیجا گیا۔ اور جس کی تبلیغ ہدایت اور ہدایت شریعت تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں کے لئے عام تھی۔ وُہ ہمارے سید و مولےٰ رحمۃ للعالمین رسول رب العالمین سرور کائنات۔ فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ اور احمد مجتبےٰ ہیں ؛

ہر ایک رسول کو تبلیغ کی راہ میں قوم کی طرف سے کئی طرح کی سخت سے سخت مشکلات پیش آئیں۔ جن کی وجہ سے انہیں اپنی رسالت اور نبوّت کا منوانا مشکل ہو گیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ کام کہ نہ صرف ایک قوم کو اپنی نبوت اور رسالت ہی منوانا تھا۔ بلکہ اپنی نبوت اور رسالت کے ساتھ تمام نبیوں اور رسولوں کی نبوّت اور رسالت کا منوانا بھی ضروری تھا۔ پھر مختلف مذاہب اور مختلف رسومات اور خیالات کے لوگوں کو اپنی شریعت کا تابع بنانا یہ وُہ صورتیں مشکلات کی تھیں جن کی نظیر پہلے نبیوں اور رسولوں میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔ پھر پہلے انبیاء اور رسل میں بعض داؤدؑ۔ اور سلیمانؑ کی طرح دولت اور حکومت کے لحاظ سے بعض موُسٰےؑ اور مسیحؑ کی طرح ظاہری علم کے لحاظ سے بعض اسحاقؑ۔ یعقوبؑ اور یوسفؑ کی طرح خاندان نبوت اور نبی ابن نبی۔ اور رسول ابن رسول کی شان سے بعض اسماعیلؑ اور یحییٰؑ کی طرح والدین کی تربیت کے لحاظ سے ظاہری سامان رکھتے تھے۔ لیکن آپؐ کی ہستی عالم اسباب کے لحاظ سے بالکل ہیچ تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپؐ کے دعوٰی نبوت و رسالت کو سنتے ہی لوگ بول اُٹھے۔ لولا نزل ھٰذا القراٰن علےٰ رجلٍ من القریتین عظیم۔ کہ اگر قرآن کلام نبوت و رسالت ہے۔ تو کیوں اسے کسی ایسے آدمی پر نہیں اتارا گیا۔ جو کسی نہ کسی شان کے لحاظ سے پُر عظمت ہوتا۔ اور بنظرِ تحقیر آپؐ کی نسبت یہ بھی کہہ دیتے۔ اھٰذا الذی بعث اللہ رسولا۔ یعنی کیا یہی وُہ شخص ہے جسے خُدا نے دُنیا کے لئے رسول بنا کر مبعوث کیا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ہر طرح کی بے سروسامانی کے حالات میں آپؐ کا اپنے کام کو انجام دینا کتنا بڑا مشکل۔ بلکہ تمام دُنیا کے مشکل سے مشکل کاموں سے بڑھ کر مشکل تھا۔ گویا دُنیا کی کایا پلٹنے کے لئے ایک طرف آپؐ کا بظاہر بے سروسامان وجُود تھا۔ اور دوسری طرف آپؐ کے مقابلہ میں آپ کی مخالفت پر سارا جہان تھا۔ جہان کی ساری قومیں تھیں۔ جن میں حکومت والے اور دولت ثروت والے بھی تھے۔ علم والے۔ اور اہل کتاب بھی تھے۔ عقل والے اور فلسفہ اور حکمت کے مدعی بھی تھے۔ ان سب کا مقصد وحید یہی تھا۔ کہ ہر ممکن کوشش سے آپ کو اپنی کامیابی سے باز رکھیں۔ اور کامیاب اور بامراد نہ ہونے دیں ؛

مبلغ کے اوصاف و اطوار

مذکورۃ الصدر حالات اور مشکلات کی صورت کے ہوتے ہوئے آنحضورؐ نے تبلیغ کے فرائض کی ادائیگی کو جس عمدگی اور احسن سے احسن پیرایہ میں انجام دیا۔ اس کی تفاصیل تو آپ کی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ سے تعلق رکھنے کے لحاظ سے اس قدر وسعت رکھتی ہیں۔ کہ ان کے بیان کرنے کے لئے کئی دفتر چاہئیں۔ لیکن بصورتِ قلت گنجائش ذیل میں چند امُور بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ تبلیغی فرائض کی ادائیگی کے لئے مبلغ میں کیسے اوصاف و اطوار ہونے چاہئیں۔ جن کی بنا پر اسے تبلیغی فرائض کی انجام دہی علےٰ وجہ الکمال میسر آسکتی ہے۔ سو وُہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ تعظیم لامر اللہ۔ و شفقت علےٰ خلق اللہ کا پُر قوت احساس فطرت میں پایا جانا ؛

۲۔ توکل علے اللہ کا اعلیٰ مقام حاصل ہونا۔ ۳۔ حلیم اور بردبار ہونا۔ ۴۔ مصائب اور آلام کے وقت پست ہمت نہ ہونا۔ بلکہ اور آگے قدم بڑھانا۔ ۵۔ تقوےٰ سے قول اور فعل کا مصبغ ہونا۔ ۶۔ اخلاق فاضلہ و اعمال صالحہ کے ساتھ لوگوں کو دعوت دینا۔ ۷۔ لایخافون لومۃ لائم کے طرزِ عمل کا پایا جانا۔ ۸۔ ہمت بلند اور شجاعت کے اعلےٰ جوہر سے کامیابی کی کامل امید کے ساتھ ناکامی اور نامرادی یا یاس اور نومیدی کو پائے ثبوت و استقلال سے ٹھکرائے رکھنا۔ ۹۔ مخالفوں کی مخالفت کو میدان دعوت کے لئے نیک فال۔ اور اپنی کامیابی کے سبز کھیت کے لئے کھاد کے معنوں میں سمجھنا ؛ ۱۰۔ دردمند دل اور مضطر قلب کے ساتھ عام طور پر۔ دعاؤں کی عادت کا ہونا۔ ۱۱۔ کامیابی کے ظہُور پر یا اپنے سے ادنےٰ مراتب کے لوگوں کو تکبر اور استحقار کی نظر سے نہ دیکھنا ؛

۱۲۔ مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں کامیابی کے حصُول پر بھی کسل کو پاس نہ آنے دینا۔ اور نہ ہی سلسلۂ تبلیغ میں فرائض کی ادائیگی کی رفتار میں سستی پیدا ہونے دینا ؛

۱۳۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی اشاعت کی راہ میں ہر طرح کی قربانی اور ایثار کو پُر لذت جذبہ کے احساس کے ساتھ اختیار کرنا۔ ۱۴۔ لوگوں کے تکلیف دینے کے بعد ان کی تکلیف کو ہمدردی کی راہ سے انہیں معذور سمجھتے ہوُئے دل سے بھُول جانا ؛

۱۵۔ لوگوں کی خطاؤں کو کثرت سے معاف کرنا۔ اور ان کی اذیتوں کی وجہ سے ان پر شفقت کرنے سے باز نہ رہنا ؛

۱۶۔ اصلاح خلق کے لئے حسن تربیت اور دُعاؤں سے بہت کام لینا ؛ ۱۷۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں میں عرفان پیدا کرنے کے لئے ان کی نظر میں اللہ تعالےٰ کو سب مخلوق کے بالمقابل محبوب اور مقصود بنانے کے لئے کوشش کرنا۔ اور توحید کے مقصود کو سب مقاصد کی رُوح رواں قرار دینا ؛

رسول کریمؐ نے تبلیغی فرائض کو کس طرح ادا کیا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تبلیغی فرائض کی ادائیگی کا نقشہ منہاج زندگی کے لحاظ سے ذیل کی تین آیات سے ظاہر ہے

۱۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (سورہ انعام)

۲۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآءِ ذی القربیٰ وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی (نحل)

۳۔ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (النحل)

پہلی آیت میں خالق اور مخلوق کے لئے بہترین تعلقات جو بلحاظ ایثار اور مخلصانہ قربانیوں کے ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجُود باجُود میں ان کا نمونہ پیش کیا ہے۔ دوسری آیت میں خالق اور مخلوق کے تعلقات کے لحاظ سے حسن معاملات کی صُورت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ میں پیش کیا ہے۔ تیسری آیت میں دعوت اور تبلیغ کے لئے تبلیغی فرائض کی ادائیگی جس بہتر سے بہتر صورت میں انجام پذیر ہو سکتی ہے۔ اس کا نقشہ پیش کیا ہے ؛

سعید رُوحوں کی تلاش میں پھرنا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعید روحوں کی تلاش میں تبلیغی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ادھر اُدھر چکر لگانا جس کے متعلق اللہ تعالےٰ سورۂ شعراء میں فرماتا ہے الذی یراک حین تقوم وتقلبك فی الساجدین یعنی اللہ تعالےٰ تجھے دیکھتا ہے۔ جب تو تبلیغی فرائض کی ادائیگی کے لئے مختلف مجالس میں جاکھڑا ہوتا ہے۔ اور جبکہ اللہ تعالےٰ کے پیام کو سنکر اس کے حکم کے آگے سربسجود ہونے والوں اور امر حق کے قبول کرنے کے لئے سر تسلیم خم کرنے والوں کی تلاش میں ادھر اُدھر چکر لگاتا ہے :۔

اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں بھی تبلیغ کے لئے موقعہ ملتا۔ وہاں جاکھڑے ہوتے۔ اور تبلیغ کرتے۔ کہ شائد اس مجلس سے سعید روحیں پیغام حق کو قبول کر لیں۔ چنانچہ مکہ میں سوق عکاظ وغیرہ کے میلوں اور مجلسوں اور دیگر مختلف موقعوں پر جہاں بھی آپ کو علم ہوتا۔ آپ وہاں پہونچتے۔ اور تبلیغی فرائض ادا فرماتے۔ مکہ والوں سے صدیق اور فاروق اور عثمان وغیرہ سعید روحیں جو ایمان لاکر اسلام میں داخل ہوئیں۔ وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی جدوجہد اور آپ ہی کی مساعی جمیلہ کے ثمرات شیریں اور نتائج حسنہ کے نمونے تھے :۔

بار بار تبلیغ کرنا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ ایک دفعہ کی تقریر سُنانے کی صورت میں نہ کرتے۔ بلکہ بار بار سُناتے۔ جَیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ یعنی اے رسول منزل من اللہ احکام کو بار بار پیش کر اور بار بار سُنا۔ اور بار بار پہنچا بلّغ جو امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تبلیغ ہے۔ جو باب تفعیل کے وزن پر ہے۔ اور باب تفعیل میں تکرار فعل کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے۔ اور اصل اور ماخذ بلحاظ ثلاثی مجرد کے بلوغ ہے۔ جو بالغ ہونے کے معنوں میں ہے۔ اور بالغ ہونا بلغ الغلام کے معنوں میں لڑکے کا بلوغت کی عمر کو پہونچ کر جوان ہو جانا ہے یعنی وُہ عمر جس میں ایک طرف جسمانی نشو ونما قد وقامت کے لحاظ سے اپنے کمال تک پہونچ چکی ہو۔ اور دوسری طرف عقل اور فہم۔ نیکی بدی کی تمیز اور نفع ونقصان کی پہچان کے لحاظ سے عمر کے اس درجہ تک نشو ونما کا مرتبہ حاصل کر چکا ہو :۔

ظاہر ہے۔ کہ جسمانی اور ذہنی قوتے کا یہ نشو ونما تربیت کے تکرار کو چاہتا ہے۔ یعنی بار بار غذا کھانا۔ اور بار بار تجارب اور بار بار کی تعلیم وتعلم کے سلسلہ کو جاری رکھنا نہ یہ کہ صرف ایک دفعہ کا غذا کھانا۔ یا ایک دفعہ کا سبق پڑھا دینا کافی ہو سکتا ہے اسی طرح تبلیغ کے لفظ میں بلحاظ تکرار فعل کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغ کی جائے۔ صرف ایک دفعہ کچھ سُنا کر پیچھے نہ ہٹ جائیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ایک دفعہ سُنانے سے سُننے والے کو ایک وقت میں بات ذہن نشین نہ ہو۔ بلکہ دُوسری یا تیسری یا اس سے بھی زیادہ کئی بار سمجھانے سے کسی دوسرے وقت بات کو سمجھے۔ اور قبول کرے :۔

یہی وجہ ہے کہ مکہ والوں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ وُہ صرف ایک دن کی تقریر اور تبلیغ کرنے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ بار بار اور عرصہ دراز تک کی تبلیغ اور بار بار تقریر سنانے کا نتیجہ تھا۔ اسی تکرار اور بار بار کی تبلیغ کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے خدا تعالےٰ نے فان لم تفعل فما بلغت رسالته فرمایا۔ یعنی اے رسُول تجھے تو ہم نے بلّغ کے حکم میں بار بار کی تبلیغ کے لئے ہدایت کی۔ یعنی بار بار تبلیغ کرنے سے لوگوں کو اس قدر سمجھایا جائے کہ ان کی ذہنی نشو ونما بلوغت تک پہنچ جائے۔ اور یہ تبلیغی مقاصد اور تبلیغ رسالت کے احکام۔ اور مسائل کو سمجھتے سمجھتے بالغ ہی ہو جائیں۔ پس اگر تو نے ایسا نہ کیا یعنی تبلیغی فرائض کی ادائیگی حسب منشاء مندرجہ نہ کی تو ایک دو دفعہ بات سُنا دینے کی صورت میں یہ نہیں کہا جائیگا کہ تو نے تبلیغ کے فرائض کو ادا کر دیا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ فما بلغت رسالته یعنی یہ کہ تو نے تبلیغ رسالت کا فریضہ ادا نہ کیا :۔

اللہ تعالےٰ کی اس ہدایت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تبلیغ رسالت کے کام میں بار بار کی تبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے جَیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ میں تیرہ سالہ مدت کی تبلیغ اور تبلیغ کے بار بار کے فریضہ کی ادائیگی سے ظاہر ہے اور جس قوم کو بار بار تبلیغ کی جائے۔ تو اتمام حجت تک دو طرح کی صورتوں کا پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اتمام حجت سے بہت سی ایسی روحیں جو حق کو قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہیں۔ وُہ اتمام حجت سے حق کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور دُوسری یہ کہ جو لوگ اتمام حجت کے بعد بھی حق کی مخالفت سے باز نہیں آتے وُہ حسب فرمان حضرت احکم الحاکمین ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً عذاب میں مبتلا ہو کر یونس نبی کی قوم کی طرح یا تو بدی سے باز آجاتے ہیں یا ہلاک ہو کر خس کم جہاں پاک قوم نوح۔ اور قوم ہود وصالح ولوط وشعیب کی طرح دنیا سے نابود کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مکہ والوں سے بھی بعض مان گئے۔ اور بعض ابوجہل۔ اور عتبہ شیبہ کی طرح ہلاک کر دیئے گئے۔ چونکہ خدا کے رسولوں کا دَور رسالت طہارت اور پاکیزگی کا دَور اور نیکی اور ہدایت کا دَور ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے دَور میں قدرت کی طرف سے جو انقلابی صورت دَور طلوع آفتاب اور موسم بہار کی طرح رونما ہوتی ہے آ۔۔۔

شان محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(از جناب محمد ممتاز علی صاحب پوروہ۔ ضلع اناؤ)

وُہ نُور جو پردے میں نہاں تھا نظر آیا
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

قرآن کا وُہ چشمۂ اصفا نظر آیا
صد شکر کہ انوار کا دریا نظر آیا۔

مذہب جو فسانہ تھا خزانہ نظر آیا
باطل کا جو دعوےٰ تھا وُہ مٹتا نظر آیا

اس کفر کی ظلمت میں اجالا نظر آیا
ہے فیض محمدؐ جو مسیحا نظر آیا

وُہ چشمۂ صافی تجھے بخشا ہے خدا نے
سیراب کیا اُس کو جو پیاسا نظر آیا

بگڑے ہُوئے سب کام بنے فضل سے تیرے
صدقے تری رحمت کے جو چاہا نظر آیا

ارفع ہے تری شان زمیں ہو کہ زماں ہو
جس حال میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا۔

لولاک کی آواز ہر اک کان میں آئی
کونین میں ہر جا ترا چرچا نظر آیا

آتے رہے دُنیا کے ہر اک قوم میں ہادی
لیکن نہ کوئی شان میں تجھ سا نظر آیا۔

احسان کیا آکے ہر اک قوم پہ تو نے
جو طالب حق تھے اونہیں رستہ نظر آیا

منہم میں کوئی اور نہ ہو گا کبھی شامل
یہ تیرے غلاموں ہی کا رتبہ نظر آیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کا فریضہ کس طرح ادا فرمایا

(از عبد الجلیل صاحب عشرت متعلم بی۔ اے (آنرز) اسلامیہ کالج لاہور)

بعثت کی غرض

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے تمام دُنیا خصوصًا ملک عرب کی مذہبی اور اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی بتوں کی پرستش۔ اور بداخلاقی کا دَور دَورہ تھا۔ پاک دامنی مفقود تھی۔ وُہ زمانہ ظهر الفساد فی البر والبحر کا پورا پورا مصداق تھا۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کرکے فرمایا:۔

یا ایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربك فکبر وثیابك فطھر۔ والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر۔ ولربك فاصبر یعنی اے دُنیا کے درست کرنے والے کھڑا ہو۔ اور لوگوں کو ڈرا۔ اپنے رب کی عظمت بیان کر۔ اور پاک دامنی اختیار کر۔ پلیدی کو چھوڑ دے۔ اور کسی سے بدلہ کی خواہش پر احسان نہ کر۔ اور اپنے پروردگار کے لئے (ہر تکلیف اور امتحان میں) استقلال دکھا:۔

ان آیات میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپؐ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ یعنی آپ لوگوں کو شرک سے منع کریں۔ خدا تعالےٰ کی وحدانیت وعظمت کو پھیلائیں۔ لوگوں کو پاکیزگی۔ اخلاق اور احسان کی تعلیم دیں۔ اور اس تعلیم وتبلیغ میں آپؐ کو جو بھی تکلیف پہونچے۔ اسے استقلال سے برداشت کریں۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ روشن ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے دلی مسرت اور جوش واستقلال سے اس مقصدِ بعثت کو احسن طریق سے ادا فرمایا:۔

تبلیغ کا حلقہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین تھے اس لئے آپؐ کا تبلیغی حلقہ بھی گزشتہ نبیوں سے بہت زیادہ وسیع تھا۔ پہلے نبی ایک قوم۔ شہر۔ یا ملک کی طرف آئے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام شہروں۔ تمام قوموں اور تمام ملکوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔ آپؐ نے اس حلقہ تبلیغ کو مندرجہ ذیل مدارج کے لحاظ سے تقسیم کیا:۔

اوّل۔ اپنے قریبی رشتہ دار اور دوست۔ دوم اپنی قوم اور شہر کے لوگ۔ سوم۔ مکّہ کے قرب وجوار کے قبائل چہارم عرب کے تمام قبائل۔ پنجم۔ دُنیا کے مشہور مذاہب اقوام اور سلاطین۔ میں اپنے مضمون کو اسی لحاظ سے پیش کروں گا:۔

قریبی رشتہ داروں اور دوستوں میں تبلیغ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ابتدائی وحی ہوئی۔ تو خدا تعالےٰ کا خوف آپؐ پر اتنا غالب ہؤا۔ کہ آپؐ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لیکن جب بعد میں آپؐ کو معلوم ہؤا۔ کہ آپؐ دُنیا کی ہدایت کے لئے مامور ہیں۔ تو آپؐ نے سب سے پہلے اپنے گھر میں تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ جو آپکی زوجہ مطہرہ آپؐ پر ایمان لائیں۔ اس کے بعد آپؐ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب آپؐ کے رسول ہونے کا علم ہؤا۔ تو اسی وقت ایمان لے آئے۔ آپؐ کے چچیرے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی مسلمان ہوئے۔ پھر زید بن حارثؓ حضرت عثمان غنی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف۔ حضرت بلال۔ زبیر اور سعد بن وقاص وغیرہ جیسی جلیل القدر ہستیاں اسلام میں داخل ہوئیں:۔

قوم اور شہر کے لوگوں میں تبلیغ

اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم بنی ہاشم اور مکہ کے لوگوں میں تبلیغ کرنی شروع کی۔ اپنی قوم کی دعوت کی اور ان کو اللہ تعالےٰ کا پیغام پہونچایا۔ لیکن ان میں سے بہت کم ایمان لائے۔ مکّہ کے گلی کوچوں میں آپؐ پھرتے۔ اور لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے۔ عکاظ وغیرہ میلوں میں جاتے۔ اور شامل ہونے والوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ تبلیغ ہدایت کی۔ اس کوشش کو بھلا بدباطن اہلِ مکہ کب برداشت کرسکتے تھے۔ انہوں نے ہر ذریعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرنا شروع کیا وُہ مظالم جو اعلائے کلمۃ اللہ کے "جُرم" میں آپؐ اور آپؐ کے متبعین پر کئے گئے۔ ان کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آپؐ کی تضحیک کی جاتی۔ آوازے کسے جاتے۔ گالیاں دی جاتیں۔ پتھروں کی بارش کی جاتی۔ جن کی چوٹوں سے آپؐ کا سر اور جسم مبارک پر زخم ہوجاتے۔ "راستہ میں کانٹے بچھانا اور گڑھے کھودنا تو معمولی باتیں تھیں۔ آپؐ کے قتل کی انتہائی کوششیں کی گئیں۔ یہ سب کچھ کس لئے ہؤا۔ صرف اس لئے کہ آپ خدا تعالےٰ کا نام بلند کرنا چاہتے تھے۔ اور لوگوں کو تقویٰ وطہارت کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ سختیاں صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہی نہ کی جاتی تھیں۔ بلکہ ہر اس مومن پر کی جاتیں۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوتا۔ ان کو رسیوں سے باندھ کر خوب مارا جاتا۔ تپتی ہوئی ریت پر لٹاکر گرم پتھر ان پر رکھے جاتے۔ لیکن ان تمام ناقابل برداشت مظالم کو حضورؐ اور حضورؐ کے غلام نے نہایت صبر اور استقلال کے ساتھ محض اللہ تعالےٰ کے لئے برداشت کیا اور تبلیغ کے فریضہ کو بیش از پیش تندہی کے ساتھ ادا کرتے رہے:۔

عرب کے قرب وجوار میں تبلیغ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کی طرف چلے جاتے۔ ان کو بدیوں سے روکتے۔ اور نیکی کی تعلیم دیتے۔ ایک دفعہ آپ حضرت زید بن حارث کو لے کر طائف اور مکہ کے درمیانی قبائل کو تبلیغ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ اور حبیب اس کے سردار تھے۔ ان سرداروں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا۔ ان پر پتھر پھینکو۔ چنانچہ بے انتہا پتھر برسائے گئے۔ ایک مقام پر آپ کو اس قدر چوٹیں آئیں۔ کہ آپؐ بے ہوش ہوگئے۔ یہی وُہ جگہ تھی۔ جس کے متعلق حضرت نبی کریمؐ فداہ ابی وامی نے فرمایا تھا۔ کہ یہاں مجھے سب سے زیادہ تکلیف دی گئی۔ لیکن پھر بھی اُس سراپا رحمت نے ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دُعا کی۔ اگر آپؐ چاہتے۔ تو خدا تعالےٰ سے دُعا کرکے ان کو تباہ وبرباد کرسکتے تھے۔ لیکن آپ جو عفو اور رحم کی بے نظیر مثال تھے۔ اپنی جان کی تکلیف کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ طائف سے واپس آکر آپ مختلف قبیلوں کی طرف جانے لگے۔ چنانچہ بنو کندہ۔ بنو عبد اللہ۔ بنو حنیفہ اور بنو عامر بن صعصعہ آپؐ کے زیر تبلیغ رہے۔ مگر ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ اس کے بعد آپؐ نے ۱۲ مسلمانوں کو منتخب کرکے مدینہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا۔ تم کو میں نقیب بناکر بھیجتا ہوں۔ وہاں جاکر نہایت تحمل اور بردباری سے خدا تعالےٰ کے احکام کی تعلیم دو۔ ان لوگوں کے جانے سے مدینہ میں بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے:۔

عرب کے قبائل میں تبلیغ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خدا تعالےٰ کی وحی کے مطابق ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ تو تبلیغ کا کام بہت وسیع ہوگیا اور زیادہ آسانیاں بہم پہونچ گئیں۔ آپ کا نام سُنکر مختلف قبائل کے وفود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں کا آنا۔ مسلمانوں کے اخلاق پسندیدہ کا مطالعہ کرنا۔ اسلام کی تعلیم سُننا اور جاکر اپنے قبائل کو سنانا۔ یہ سب چیزیں تبلیغ کے لئے مفید ثابت ہوئیں۔

پھر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ تو آپؐ کے عفوِ عام نے تبلیغ کے متعلق وُہ کام کیا۔ جو کسی اور طریقہ سے نہ ہوسکتا تھا۔

مندرجہ ذیل قبائل کے وفود حضرت نبی اکریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مذہبی نقطۂ نظر سے حاضر ہوئے۔ دوس۔ ازد۔ فردہ جذامی۔ ہمدان۔ طارق بن عبد اللہ۔ تجیب۔ بنی سعد ہذیم۔ بنو اسد۔ بہرا۔ بنی عیش۔ بنی حنیفہ۔ عبد القیس۔ طے۔ اشعرین۔ صدا۔ عذرا۔ ثقیف (یہ وہی قبیلہ تھا جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بے انتہا پتھر برسائے تھے) بنی خزاعہ۔ غامد۔ محارب۔ خولان۔ غسان۔ نخع وغیرہ۔ ان میں سے اکثر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ اور اپنے قبائل کو جاکر تبلیغ کی۔

سلاطین۔ اقوام و مذاہب میں تبلیغ

مدینہ منورہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دوسرے مذاہب خصوصاً یہودیوں کے ساتھ معاہدات۔ مقابلوں اور مجادلوں کی ضرورت پڑتی رہی۔ ان میں تبلیغ کرنے کے اکثر مواقع پیش آتے رہے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام خدام کو اکٹھا کر کے خاص طور پر تبلیغ کا حکم دیا۔ حضورؐ نے خود مختلف بادشاہوں کی طرف تبلیغی خطوط لکھے جن میں ان کو اسلام کی دعوت دی۔

قیصر روم کو دحیہ کلبی کے ہاتھ دعوت نامہ بھیجا گیا۔ انہی دنوں میں ابو سفیان (جو پہلے بہت دشمن تھے۔ لیکن بعد میں نہایت مخلص مسلمان ثابت ہوئے) ملک شام میں تھے۔ قیصر نے ان کو بلا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات پوچھے۔ اور کہا۔ کہ اگر جھوٹ بولو گے۔ تو میں تمہیں عربوں کی گواہی پر سزا دونگا۔ انہوں نے صحیح صحیح حالات بیان کر دیئے۔ جن سے قیصر بہت متاثر ہوا۔ لیکن اس کے مذہبی پیشواؤں نے اسلام قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ جس سے قیصر بھی اسلام لانے سے بے نصیب رہا۔

مقوقس شاہ مصر نے آپ کے دعوت نامے کی قدر کی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحفے بھیجے۔ لیکن ایمان نہ لایا۔

کسریٰ شاہِ ایران بہت مغرور بادشاہ تھا۔ عبد اللہ بن حذافہ دعوتی خط لے کر اس کے پاس گئے۔ لیکن اس نے نہایت گستاخی سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خط ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس کی پاداش میں خدا تعالےٰ نے اس کے بیٹے کے ہاتھ سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرایا۔ اور اس کے ایک گورنر نے جس کو اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گرفتاری کے لئے بھیجا تھا۔ اسلام قبول کر لیا۔ نجاشی شاہ حبش نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح رؤسائے عرب کو بھی خط لکھے گئے۔ غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے فریضہ کو نہایت

مقام سیّدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(از جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی۔ پشاور)

واہ واعجب مقام مقامِ محمد است — برتر ز عرش رفعتِ بامِ محمد است

گاہے بہ خلق و گاہ بہ خلاق در سخن — گویا کہ فرش و عرش بہ گامِ محمد است

اسمش گرفتہ ہر دو لبم بوسہ گیر شد — بنگر چہ حظ و لطف بہ نامِ محمد است

بے راہ را بہ رہ بردو با خدا کند — برتر ز سحرِ سحرہ کلامِ محمد است

واللہ نہ نوشم آب حیاتے ز دست غیر — چوں روح بخش جرعۂ جامِ محمد است

از تیرگیٔ کفر دلے صاف مے کند — قرباں ہزار صبح ز شامِ محمد است

قومیکہ بود سرکش و باغی ز ہر نظام — دیدم کہ گشتہ تابع و رامِ محمد است

آزادگانِ غرب بہ آں علم و فضل خویش — امروز بیں اسیر بہ دامِ محمد است

زاں پختہ گانِ زمرۂ موسیٰ و ناصری — ثابت بہ فتنہ خادم خامِ محمد است

او خود چو آفتاب و صحابہ ستارگاں — مثلِ نظامِ شمس نظامِ محمد است

بدر اتم بہ چار دہم احمدم بود — تو ہمچو بدرِ مظہر تامِ محمد است

بیں احمدم کہ گشتہ بروز ہمہ رسل — با وصف ایں کمال غلامِ محمد است

از تابعان موسےٰ و عیسائے ناصری — افضل ز اصحاب کرامِ محمد است

اے آنکہ فیض دیدہ از آستان او — واجب بتو صلوٰۃ و سلامِ محمد است

یوسف چرا بہ زمرۂ اخواں عزیز شد

زاں است کو غلام غلامِ محمد است۔

ازدواجی زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ

(از مولوی جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلاد عربیہ)

چونکہ تمدن عالم کی اساس اور بنیاد تمام تر ازدواجی زندگی پر منحصر ہے۔ اس لئے بنی نوع انسان کے لئے اسوۂ کاملہ وہی شخصیت ہو سکتی ہے۔ جو اپنی متاہلانہ زندگی کا بہتر سے بہتر نمونہ پیش کرے بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نوعِ بشر کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل نمونہ تھے۔ ازدواجی زندگی کا جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

ازدواجی زندگی کی اساس

ایک مفکر اور صاحبِ بصیرت انسان جس نے انسانی فطرت کی گہرائیوں پر غائر نظر ڈالی ہو۔ اور اس کے اَمیال و عواطف کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا ہو۔ خوب جانتا ہے۔ کہ تاہل اور ازدواج کی اساس محبت ہے۔ اس کے بغیر ازدواجی زندگی ایک بے اساس مکان کی مانند ہے۔ یہی محبت ہے جو مرد و عورت کے فطری جذبات و احساسات کو ابھارتی۔ اور دونوں کو ایک وجود کی طرح بنا دیتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی میں اس کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اور حضور کی ازدواجی زندگی میں جلوۂ محبت ممتاز طور پر نظر آتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ جو عمر میں تمام ازواج مطہرات سے خورد سال تھیں۔ اور جن کی نسبت انسانی عقل اپنے تجربہ و مشاہدات کی بناء پر یہی کہے گی۔ کہ ان میں اور ان کے بزرگ سال شوہر میں محبت و الفت کا وہ رابطہ جو دو ہم عمر میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ قائم نہ ہوا ہوگا۔ مگر جب ہم تاریخ و احادیث پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تو انسانی عقل کو اس بارے میں غلطی پر پاتے ہیں۔ کیونکہ صاف طور پر نظر آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین محبت و مودت کا رشتہ ایسا مضبوط و استوار تھا۔ کہ نظیر ملنی ناممکن ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وہ محبت آفرین کلمات جو حضور کے وصال کے بعد وقتاً فوقتاً ان کی زبان سے صادر ہوئے۔ اُس شدید محبت کے آئینہ دار ہیں۔ جو ان کو حضور کی ذاتِ گرامی سے تھی۔ حضرت عائشہؓ کے یہ کلمات ازدواجی زندگی کا نہایت ہی خوشنما اور دلربا نقشہ پیش کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گلاس پر اُسی جگہ منہ لگا کر پانی پیتے۔ جہاں میں نے منہ لگا کر پانی پیا ہوتا۔ ایک اور روایت ہے۔ کہ ایک دن حضور نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ اَے عائشہؓ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو مجھے تمہاری ناراضگی کا علم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ آپ یہ کس طرح معلوم کر لیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو۔ تو گفتگو میں قسم کھاتے وقت وَرَبِّ مُحَمَّدٍ کہتی ہو۔ مگر جب ناراض ہوتی ہو۔ تو وَرَبِّ اِبْرَاہِیْم کہتی ہو۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا۔ صرف حضور کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ لیکن دل میں حضور کی محبت بدستور قائم رہتی ہے یہ واقعہ بھی حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی کا نہایت پاکیزہ نمونہ پیش کرتا ہے۔

اسلام سے قبل عورت کو نہایت ذلیل و حقیر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ہمارے ہادیٔ کامل اور رہبرِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ کہ تم میں سے بہتر وہی شخص ہے۔ جس کا اپنے اہل و عیال سے عمدہ سلوک ہو جس کا اپنی رفیقۂ حیات سے جو ہر وقت عُسر و یُسر میں اس کا ساتھ دیتی ہے۔ عمدہ سلوک نہیں۔ وہ نیک نہیں۔ ایک شخص دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب ہی کر سکتا ہے جب اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو۔ کیونکہ باطنی حالات اور خوبیوں کے معلوم کرنے کا معیار اس کا اپنا اہل ہے جس کے ساتھ وہ ہر وقت رہتا ہے۔ باہر کے لوگوں کے ساتھ چند گھنٹوں کے لئے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ اس کے معاملات و تعلقات کو اس کی طبعی خوبیوں کے اظہار کا محک نہیں بنایا جا سکتا۔

ازدواجی زندگی کے متعلق نہایت نازک وقت

پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ ازدواجی زندگی کی بنا محبت پر ہے۔ اس محبت کو قطع کرنے والا سب سے تیز اوزار عصمت پر حرف لانے والا اتہام ہے۔ خدانخواستہ جب ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ تو یہ ایک ایسا نازک وقت ہوتا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ اور جذبۂ غیرت بدظنی کے ساتھ مل کر عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور سابقہ تعلقات محبت کو نسیاً منسیاً کر کے ازدواجی زندگی کو یکسر تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ایسے مشکل ترین حالات کے لئے بھی ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پاک نمونہ پیش کر کے دُنیا کی کامل رہنمائی کی ہے۔

رامچندر جی کا واقعہ

میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقدس نمونہ کا ذکر کرنے سے قبل ہندوستان کے ایک نہایت مقدس اوتار شری رام چندر جی مہاراج کا ایک واقعہ بیان کر کے بتاتا ہوں کہ انہوں نے ایسے نازک وقت میں اپنی رفیقۂ حیات سے کیا سلوک کیا۔ رامائن والمیکی میں لکھا ہے۔ کہ رام چندر جی مہاراج کو جب بارہ سال کا بن باس ہوا۔ تو ان کی بیوی سیتا جی نے اپنے عزیزوں کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے شوہر رام چندر جی سے جُدا ہونا پسند نہ کیا۔ اور کہا۔ کہ میں اسی میں خوش ہوں۔ کہ اپنے پتی کی شریکِ غم رہوں۔ چنانچہ انہوں نے شری رام چندر جی کے ساتھ رہ کر جنگلات میں شدید سے شدید دکھ اُٹھائے۔ آخر ایک جنگ کے دوران میں لنکا کا راجہ راون ان کو پکڑ کر لے گیا۔ لنکا فتح ہونے کے بعد جب راون مارا گیا اور رام چندر جی مہاراج اپنے بن باس کی مدت ختم کر کے وطن میں واپس آئے۔ اور بادشاہ بنے۔ تو سیتا جی کے لئے بے قرار ہوئے۔ تلاش کے بعد ہنومان ان کو لنکا سے لایا۔ ان کے آنے پر لوگوں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ اور کہا گیا۔ کہ چونکہ یہ مدت تک راون کے قبضہ میں رہی ہیں۔ اس لئے راون کے ساتھ ان کے بُرے تعلقات قائم ہوئے ہونگے۔

رامائن کے بیانات

اس پر رام چندر جی نے لوگوں کے اعتراضات سے متاثر ہو کر سیتا جی سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"اگرچہ عصمت پر داغ نہیں ہے۔ مگر لوگوں کی زبان رُک نہیں سکتی۔ وہ ضرور عیب کی نگاہ سے دیکھیں گے جس طرح اندھے کو چراغ نہیں دکھائی دیتا۔ اسی طرح جب تک یہ بدنما دھبہ دُور نہ ہوگا۔ ہم تمہارا موتھ نہیں دیکھ سکتے۔ تم جہاں چاہو چلی جاؤ۔ ہم کو تم سے کچھ سروکار نہیں۔ ایسا کون ہوگا۔ جو عالی خاندان ہو۔ اور اس کی عورت مفقود الخبر ہو۔ اور پھر وہ اس کو انگی کار کرے۔ پھر تم سے تو راون کا بدن چھوا ہے۔ تمہارا ساتھ کس طرح دوں ہرگز قبول نہیں کر سکتا" (رامائن والمیکی صفحہ ۹۰۳۔ ترجمہ افق لکھنوی)

"سیتا جی نے عقد نکاح کے وقت کے عہد و پیمان یاد دلائے پھر لچھمن جی سے مخاطب ہوئیں۔ کہ مہربانی کر کے چتا بناؤ۔ اسی وقت جل بھن کر مر جاؤں گی۔ مجھ پر سری مہاراج نے جھوٹا کلنک لگایا ہے۔ لچھمن نے چتا بنائی۔ اور سری سیتا رام چندر کے گرد

گھوم کر بولیں۔ کہ سوائے سری مہاراج کے اگر میں نے کسی کو بُری نگاہ سے دیکھا۔ یا کسی سے محبت جتائی ہو۔ تو یہ آگ مجھ کو بھسم کر دے۔ اور نہیں۔ تو میں اپنے تت دھرم کی بدولت اسی نکل آتی ہوں۔ (صفحہ ۹۰۴)

"جانکی آتشکدہ میں جا گھسیں۔ چونکہ ان کی عصمت میں دھبہ نہ آیا تھا۔ پاک تھیں۔ آگ سے ایک رُواں بھی نہ جلا۔ اکاش بانی بھی ہوئی۔ کہ سیتا بے قصور ہے سورج اور چاند نے بھی ان کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ دیوتا اور بڑے بڑے رشیوں کا بھی خیال رہا کہ سیتا جی بے خطا ہیں۔ جب ہم نے چھان لیا۔ تب جو دھیا میں لائے۔ زبان کسی کی روکی نہیں جاسکتی۔ کسی شخص کا خیال ایسا بھی ہے کہ سیتا راون کے گھر میں رہی ہیں۔ بچ نہ سکی ہوگی۔ ....

.... میرا دھرم تو جاتا رہا۔ ہاں بچاؤ کی ایک صورت ہے کہ جانکی جی کو چھوڑ دوں۔ تو دھرم قائم رہ سکتا ہے بھائی سومتر سے رتھ منگا کر جانکی کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ (ص ۹۸۲)

"لچھمن جی جب چھوڑ کر آنے لگے۔ تو سیتا جی نے قسم دے کر کہا۔ کہ مہاراج نے مجھے کس نگاہ سے دیکھا۔ لچھمن نے سر جھکا کر کہا۔ کہ رام چندر سبھا میں بیٹھے تھے۔ آپ کا ذکر خیر آیا۔ مگر اکثر لوگوں کی زبانی آپ پر کلنک کے دھبے سُننے گئے۔ مہاراج نے مجھے آگیا دی۔ کہ سیتا کے چال چلن پر لوگوں کو خیال ہے۔ اس لئے جانکی جی کو گنگا اس پار جہاں رشیوں کے استھان ہیں۔ چھوڑ آؤ۔ لچھمن جی گفتگو سُنکر کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔"

رام چندر جی کا نمونہ

مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ رام چندر جی مہاراج نے لوگوں کی جھوٹی افواہ کو برداشت نہ کیا۔ اور اپنی پاکدامن رفیقۂ حیات کو جُدا کر کے اس کے معصوم جذبات کو بُری طرح پامال کیا جس نے مصائب و آلام کے زمانہ میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ ان کے ہر دکھ درد میں شریک رہی تھی بعض لوگوں کے کہنے پر اُس کو گھر سے نکال دیا اس سلوک سے سیتا جی کے دل پر جو کچھ گزری۔ اور ان کے قلب حزین پر ہموم و غموم کے جو بادل چھائے۔ قلم ان کے بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اس طرح رام چندر جی نے اپنے اتباع کے لئے اپنی ازدواجی زندگی کا جو نمونہ پیش کیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اپنی بیوی پر کوئی جھوٹی تہمت لگائے تو بلا وجہ اس تہمت کو جھوٹا سمجھنے کے اسے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔

رسول کریمؐ کا واقعہ

لیکن اس کے مقابلہ میں بانی اسلام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو۔ کہ ایسے ہی نازک وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کیا۔

سری رام چندر جی مہاراج کی طرح حضورؐ کو بھی اسی قسم کے ایک واقعہ سے دو چار ہونا پڑا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک جنگ میں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھی۔ آتے ہوئے مدینہ کے قریب لشکر نے پڑاؤ کیا۔ میں قضائے حاجت کے لئے لشکر سے دُور چلی گئی۔ جب واپس آئی۔ تو گلے کا ہار میں نے گم پایا۔ اس کی تلاش میں پھر وہیں گئی۔ اتنے میں لشکر نے کوچ کیا۔ اور اونٹوں کے ساتھ ہودج رکھ کر اونٹوں کو لے کر چل دیئے۔ چونکہ میں ان دنوں چھوٹی اور ہلکی پھلکی تھی۔ اونٹ والے یہ سمجھ کر کہ میں ہودج میں ہوں اونٹ لے گئے۔ جب میں نے جائے قیام پر کسی کو نہ پایا۔ تو حیران و ششدر رہ گئی۔ اور یہ خیال کر کے کہ جب وہ مجھے قافلہ میں گم پائیں گے۔ تو یہاں آکر تلاش کریں گے۔ انتظار کرنے لگی اور مجھ پر نیند آگئی۔ کہ صفوان بن معطل سلمی جو قافلہ کے پیچھے پیچھے آتا تھا تاکہ گری پڑی چیز لیتا آئے۔ میرے پاس آیا۔ اور مجھے پہچان کر اس نے انا للہ پڑھا۔ اس کی آواز سے میں بیدار ہوئی۔ اور منہ پر پردہ ڈال لیا بخدا سوائے انا للہ کے میں نے اس کے منہ سے اور کوئی بات نہیں سُنی اور نہ اُس نے مجھ سے کوئی بات کی۔ اُس نے اپنی سواری کو بٹھایا۔ اور میں اس کے پیچھے سوار ہو گئی۔ اور دوپہر کے وقت ہم لشکر میں آکر مل گئے۔

منافقوں نے اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ صدیقہ پر تہمت لگائی۔ اور مدینہ میں اسے مشہور کر دیا۔ بعض نیک صحابہؓ بھی منافقین کی چال میں آگئے۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی خدا داد عقل سے کام لے کر اس معاملہ کی تحقیق شروع کی۔ اور حضرت عائشہؓ کے متعلق لوگوں سے شہادتیں لیں کہ ان کے اخلاق و عادات کیسے ہیں۔ جب شہادتوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عائشہؓ شروع ہی سے نیک اور پاک دامن ہیں۔ اور خدا نے بھی سورۂ نور کی دس آیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے لئے نازل کیں۔ تب حضورؐ نے جھوٹی تہمت لگانے والوں کو مجرم قرار دیا۔ اور اپنی پاکدامن عصمت مآب بیوی کی پاک دامنی کا حتمی ثبوت پیش کر کے عورتوں کو ہمیشہ کے لئے ظلم سے بچا لیا۔ اور دُنیا کو بتا دیا کہ ایسے نازک وقت میں صنف نازک کے جذبات کو پامال نہ کیا جائے بلکہ تحقیق کر کے صحیح فیصلہ کیا جائے۔ اور سُنی سُنائی باتوں پر اعتبار کر کے عورت پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ گرائے جائیں۔

عظیم الشان فرق

جس وقت سیتا جی پر الزام لگایا گیا۔ اسوقت رام چندر جی مہاراج بادشاہ تھے۔ باوجود اس کے کہ مقدس دیوتاؤں نے سیتا جی کی پاکدامنی کی شہادتیں دیں۔ اور رام چندر جی کو اکاش بانی (الہام) کے ذریعہ بھی بتایا گیا۔ کہ سیتا جی پاک دامن ہیں۔ لیکن باوجود اس کے مہاراج رام چندر جی اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات سے مرعوب و متاثر ہو کر سیتا جی کو محض لوگوں کے طعنوں کی وجہ سے جدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور نیک و معصوم بیوی کو جُدا ہی کر دیا۔ اب اُس کے مقابلہ میں جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس وقت بادشاہ تھے۔ لیکن حضورؐ نے باقاعدہ عدالتی تحقیق کر کے صحیح بات دریافت کی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاکدامن ثابت کیا۔ کیونکہ مقدس لوگوں نے ان کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ اور الہام کے ذریعہ خدا نے انہیں معصوم ٹھہرایا۔ تب آپؐ نے اپنی۔ اور اپنی نیک بیوی کی عزت اسی میں سمجھی۔ کہ حق کو دُنیا میں قائم کیا جائے۔ اور جھوٹی افواہوں کی بنا پر ناانصافی نہ کی جائے۔ ازدواجی زندگی کا یہ روشن نمونہ آپؐ ہی نے دُنیا میں قائم کیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

غیر مُسلم معززین کی طرف سے خراج تحسین

گزشتہ سال جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو جلسہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اس میں کئی ایک غیر مسلم معززین نے تقریریں کیں۔ چنانچہ سردار جواہر سنگھ صاحب ایم۔ ایل۔ سی نے کہا۔ کہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کی ایک بڑی خصوصیت آپ کی صداقت کے لئے محبت ہے۔ صداقت کو قائم رکھنے کے لئے آپؐ کو بہت سی مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کی پیدائش اور تبلیغ کے زمانہ میں رسل و رسائل کی وہ سہولتیں نہ تھیں۔ جو آج ہیں۔ تاہم آپؐ کا نام اور پیغام اکناف عالم میں پھیل گیا۔

ڈاکٹر نند لال صاحب بیرسٹر نے کہا۔ کہ خدائے قادر و توانا نے حضرت محمدؐ کو نہ صرف عربستان کے لئے بلکہ تمام دُنیا کے سود و بہبود کے لئے مبعوث کیا تھا۔ آپ زبردست کیرکٹر کے مالک اور نہایت پاکیزہ دل کے انسان تھے۔ آپ بہت نرم دل اور مخیر و سخی تھے اور غربا سے گہری محبت رکھتے تھے۔ آپ صداقت اور علیٰ اخلاق کے بھی پیغمبر تھے۔ اور حقوق نسوانی کے بے نظیر حامی تھے۔

ریورنڈ ڈاکٹر ایم۔ آر۔ ابرز آف دی فورمین کرسچین کالج نے کہا وہ سابقہ لیکچراروں کے خیالات سے بکلی متفق ہیں۔ لیکن ان کا خیال ہے۔ کہ حضرت محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی اور آپؐ کے شاندار کام کی حقیقی مدح سرائی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ آپؐ کے نقش قدم پر چلا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچپن اور جوانی میں انتہا غریب تھے۔ اور بعد میں اگرچہ آپ کو دولت، طاقت اور حکومت حاصل ہو گئی لیکن یہ چیزیں آپ کو اپنی طرف راغب نہ کرسکیں۔ بلکہ آپ کاملاً اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہے۔ اپنی قوم کی مخالفت کے مقابلہ میں آپ نہایت مستقل اور عملاً بالکل اکیلے ڈٹے رہے۔ آپ نے حاضرین سے خواہش کی۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ حق میں بے نظیر استقامت

از سید ابوالحسن صاحب قدسی خلف حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید کابل

رسول کریم کی خصوصیت

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود باجود سب بنی نوع انسان کے لئے باعثِ رحمت اور آپ کی بعثت دُنیا کی تمام اقوام کے لئے موجب نجات ہے۔ اور یہ آپ کی انبیائے گذشتہ سے ایک خصوصیت ہے۔ آپ سے پہلے جتنے نبی آئے۔ وُہ صرف اپنی اپنی قوم کی ہدایت کے لئے آتے رہے مگر اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی مختلف قوموں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے اپنے خاص فضل سے ایک کامل نبی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کرکے آپ کے ذریعہ ایسی مکمل شریعت اور کتاب نازل فرمائی۔ جو تمام شرائع اور کتب سابقہ کی حامل اور قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت اور ان کی ہر قسم کی رُوحانی ترقی کے لئے یکساں مفید ہے۔ پس چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تمام انبیائے سابقین سے بڑھ کر۔ اور آپ کا دامنِ فیض سب سے زیادہ وسیع۔ اور قیامت تک پھیلا ہُوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کا نام خاتم النبیین رکھا جو آپ کی شان اور آپ کے افاضۂ روحانی پر دلالت کرتا ہے۔ یعنے آپ کی ذات بابرکات میں سب انبیاء کے کمالات اور صفات علےٰ الوجہ الاتم موجود ہیں۔ آپ کی نبوت تمام نبوتوں کی مصدق ہے۔ اور اس کا سلسلۂ فیوض ابدالآباد تک غیر منقطع ہے ؛۔

ہر وصف میں یکتا

آپ ہر وصف میں یکتا۔ اور آپ کے تمام کارنامے بے نظیر ہیں۔ آپ نے خدا کی محبت اور انسان کی ہمدردی میں اپنی جان اور آرام و آرائش کی کوئی پروا نہ کی۔ اور اللہ تعالےٰ کی توحید قائم کرنے اور لوگوں کو اس کی طرف بُلانے میں آپ نے صبر و استقامت اور قربانی و ایثار کا جو نمونہ پیش کیا۔ وُہ اس آیہ کریمہ کا صحیح مصداق ہے۔ جو آپ نے اللہ تعالےٰ کے حضور ان الفاظ میں کہا۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کہ میری نماز اور تمام قربانیاں، میرا مرنا اور جینا۔ اس تمام خوبیوں والے خدا کے لئے ہے۔ جو تمام مخلوقات کا پرورش کرنے والا۔ اور اپنی ذات اور صفات میں بے مثل ہے۔ اور اُسی نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں تمام فرمانبرداروں میں اول درجہ کا بنوں۔ آپ کے واقعات اور آپ کے حالاتِ زندگی بتاتے ہیں۔ کہ آپ واقع میں اپنے اس عہد کو پورا کرنے۔ اور اپنے محبوبِ حقیقی سے عشق اور محبت رکھنے میں بے مثل تھے ؛۔

مخالفین کی ایذا رسانیاں

آپ ایسے وقت میں مبعوث ہُوئے۔ جبکہ دُنیا پر ظلمت اور گمراہی کی کالی گھٹائیں چھائی ہُوئی تھیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان شرک اور بُت پرستی کا تاریک پردہ حائل تھا۔ خدا کا خوف دلوں سے اٹھ چکا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زبردست نشانوں سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دیکر انسانوں کو اس سے تعلق پیدا کرنے اور اس کا حسن و احسان مشاہدہ کرنے کے لئے بلایا۔ مگر افسوس کہ ابتداء میں اکثر لوگوں نے اس ہادیانہ آواز کی قدر نہ کی۔ بلکہ مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ آپ کو انواع و اقسام کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ کو ساحر مجنون۔ اور کذاب کہا گیا۔ لوگوں کو آپ کی طرف آنے سے روک دیا جاتا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے۔ آپ پر پتھر برسائے جاتے۔ مگر رحمۃ للعالمین کا رحم اور شفقت دیکھئے۔ آپ پھر بھی ان کے لئے یہی دُعا کرتے۔ کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم نادان ہے۔ اسے ہدایت دے ؛۔

مخالفین کے سبز باغ

جب ظالموں کا ظلم۔ اور ان کی ایذائیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوتِ حق دینے سے روک نہ سکیں۔ تو انہوں نے نرمی کا پہلو اختیار کیا۔ آپ کو دُنیا کی عیش و عشرت کے اسباب مہیا کر دینے اور بہترین چیزوں کے بہم پہنچانے کا یقین دلایا۔ قومی حمیت اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا۔ کہ آپ دین اسلام کی تبلیغ نہ کریں۔ مگر آپ نے ان کے جواب میں کہا۔ اگر سورج اور چاند بھی میرے دائیں اور بائیں ہاتھ میں رکھدو۔ تب بھی میں اپنے فرض کی ادائیگی سے باز نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ اس خدا کی طرف سے کہہ رہا ہوں۔ جس کی محبت اور رضا حاصل کرنے کے مقابلہ میں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ مَیں تم سے بس یہی چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا حکم مانو۔ اور اسی کو اپنا معبود بناؤ ؛۔

صبر و استقلال

جب کفار کو یقین ہوگیا۔ کہ آپ کسی طرح بھی اپنے دعوے سے باز آنے والے نہیں۔ اور آپ کی تعلیم بہت سے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لانے میں مؤثر ثابت ہو رہی ہے۔ تو وُہ آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اور آپ کے نیست و نابود کرنے کے لئے ہر طرح کے منصوبے کئے۔ قوموں کو آپ کے خلاف اُکسایا۔ کہ یہ شخص بتوں کی الوہیت کی تردید کرتا۔ اور توحید پرستی جیسے عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے۔ جس سے ہمارے اور ہمارے باپ دادوں کے کان ناآشنا ہیں۔ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کو گرفتار کرانے کے لئے حکومتوں میں غلط رپورٹیں بھیجیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام مشکلات اور تکالیف کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہُوئے دن رات تبلیغ میں معروف رہتے اور تیرہ سال تک مکہ میں اسی طرح تبلیغ کرتے رہے۔ مگر سوائے قلیل تعداد کے آپ کی قوم حق کے قبول کرنے سے انکار کرکے مخالفت میں بڑھتی گئی۔ اس لئے آپ اللہ تعالےٰ کے دین کے پھیلانے کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے مگر مخالفین نے وہاں بھی آپ کو چین نہ لینے دیا۔ کئی دفعہ آپ کے۔ اور آپ کے متبعین کے قتل کرنے کے لئے مدینہ پر فوج کشی کی۔ اور ان مسلمانوں پر جو مکہ میں رہتے تھے سخت سے سخت مظالم توڑے۔ اور کئی شہید بھی کر دیئے گئے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور آپ کے صحابہ ان تمام مظالم کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں بخوشی برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو کفار کے حملوں کے روکنے کی اجازت دی۔ اور اپنی تائید سے بتا دیا۔ کہ آخرکار خدائے واحد کی پرستش کرنے والے ہی غالب ہُوا کرتے ہیں۔ کفار اور مشرکین عرب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی اور آپ کی کامیابی دیکھ کر اقرار کرنا پڑا۔ کہ بے شک ایک ہی خدا ہے۔ جو عبادت کے لائق ہے۔ ہمارے بُت نہ خُدا ہیں۔ اور نہ وُہ کچھ کر سکتے ہیں ورنہ مسلمانوں کے مقابلہ میں باوجود ان کی قلت اور بے سروسامانی کے ہم اس طرح مغلوب اور ناکام نہ ہوتے ؛۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی یاد و محبت اور مخلوق کی ہمدردی میں دُنیوی راحت اور اپنی جان کی آسودگی کی ذرا بھی پروا نہ کرتے۔ اکثر اوقات فاقوں میں گزرتے۔ بسا اوقات آپ کے گھر میں کھانا پکانے کے لئے آگ بھی نہ جلائی جاتی۔ مگر آپ کے حوصلہ اور ہمت میں کبھی فرق نہ آیا۔ آپ بادشاہ ہونے کی حالت میں بھی جبکہ آپ کے ایسے جان نثار موجود تھے۔ جو اپنی

جانوں کو قربان کر دینا آپ کو ایک کانٹا چبھنے کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ دینی کاموں میں سب سے زیادہ حصہ لیتے۔ اور جب کفار لڑائی کے لئے مجبور کرتے۔ تو آپ کا قدم اپنے بہادر سپاہیوں سے میدان جنگ میں سب سے آگے ہوتا۔

جنگِ اُحد کا واقعہ

جنگِ اُحد کے موقعہ پر جس میں آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آئے۔ اور آپکے شہید کئے جانے کی خبر مشہور ہوئی۔ جب ابوسفیان نے لڑائی کے ختم ہونے کے بعد بلند آواز سے کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کئے گئے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ قتل کئے گئے۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دینا چاہا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت وقتی کی وجہ سے انہیں جواب دینے سے منع فرمایا۔ لیکن جس وقت ابوسفیان نے اُعْلُ ھُبَل۔ (ہبل بلند ہو) کے مشرکانہ الفاظ کہے۔ اُس وقت آپؐ نے خدام سے فرمایا۔ قولوا اللّٰہ اعلیٰ واجل۔ تم کہو اللہ تعالےٰ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا۔ لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم۔ تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ قولوا اللّٰہ مولٰنا ولا مولیٰ لکم۔ تم کہو۔ ہمارا دوست خدا ہے۔ اور تمہارا دوست کوئی نہیں۔

ایسے خطرناک موقعہ پر جبکہ دشمن کا ایک بڑا اور مسلح لشکر موجود تھا۔ جو آپؐ کی جان کا خواہاں تھا۔ آپؐ نے خدائے واحد کا نام بلند کرنے میں کسی بات کی پروا نہ کی۔

اسی طرح جنگِ حنین میں جبکہ مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا۔ اور کفار کی ساری فوج آپؐ پر ٹوٹ پڑی۔ تو آپؐ یہ کہتے ہوئے کہ انا النبی لا کذب میں خدا کا سچا نبی ہوں۔ دشمن کی طرف آگے بڑھے جا رہے تھے۔ ایسی نازک حالت میں اس قدر زوردار اور متحدیانہ الفاظ میں دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے آپؐ نے بے نظیر استقامت دکھائی۔

فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی

آپ نے فریضۂ حق کے ادا کرنے کے تمام ذرائع استعمال کئے۔ جو آپ سے ملتا۔ یا جس سے آپؐ ملتے۔ اسے تبلیغ کرتے۔ عام گزرگاہوں اور مجلسوں میں جا کر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے۔ قیصر و کسریٰ اور مختلف بادشاہوں اور قوموں کو خطوط اور آدمیوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچایا۔ اور جن لوگوں کو تبلیغ کرنے کے ابھی ذرائع موجود نہ تھے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ ولیبلغ الشاھد الغائب کہ جو حاضر ہے۔ وہ اسے تبلیغ کرے جس کو ابھی حق نہیں پہنچا۔ نیز اپنی امت کو فریضۂ تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن ان یبعث علیکم عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجیب لکم۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور اچھے کام کرنے کا حکم دیتے۔ اور بُرے کاموں سے روکتے رہو گے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار

(از ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب۔ مگاڈی۔ افریقہ)

متعصب مخالفین اسلام نے اعتراض کیا ہے۔ کہ اسلام اپنی صداقت کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ مگر تاریخِ اسلام پر ایک سرسری نگاہ بھی اس اعتراض کو باطل ٹھہراتی ہے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے صحابہؓ پر وہ مظالم توڑے گئے کہ الامان۔ ان کے اموال ان کی جانوں اور عزتوں پر ان کے امن و آزادی پر ہر ممکن طریق سے حملہ کیا گیا۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ مگر حضورؐ نے اپنے اصحاب کو یہی ارشاد فرمایا۔ کہ انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا۔ یعنی مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عفو کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم مخالفین کی تلوار کے بالمقابل تلوار نہ اٹھاؤ۔ بلکہ صبر سے سب کچھ برداشت کرو۔ آخر جب کفار کے مظالم کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ تو حضورؐ اور حضورؐ کے اصحابؓ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اور ہجرت کر کے مدینہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ مگر وہاں بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے انتہائی تدابیر اختیار کیں۔ تب دفاع اور خود حفاظتی کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خدا کے حکم سے کفار کے بالمقابل تلوار اٹھانی پڑی۔

ہاں تب بے شک اس تلوار نے خونخوار مخالفین کو ہلاک کیا۔ مگر یہ تلوار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار نہیں تھی۔ جو کفار کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ خود حفاظتی میں جو تلوار اٹھائی جاتی ہے۔ اُس کی تمام ذمہ داری اسی پر پڑتی ہے۔ جس نے تلوار اٹھانے پر مجبور کر دیا ہو۔ حقیقتاً یہ کفار مکہ کی اپنی ہی تلوار تھی۔ جو انہوں نے خدا کے بندوں کو کمزور اور نہتہ جان کر ان پر چلائی تھی۔ مگر وہ الٰہی تصرف سے الٹا انہی کی ہلاکت کا موجب بنی۔ قتل کی پختہ تجویز کر کے سردارانِ قریش نے ننگی تلواروں کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ مگر فرشتوں کی حفاظت میں حضورؐ تن تنہا ان درندوں کے بیچوں بیچ سے صحیح و سلامت نکل گئے۔ کفار مکہ کی لوہے کی تلواریں خدا کے اس بندہ کے مقابلہ میں بالکل بے کار ثابت ہوئیں۔ مگر الٰہی تصرف سے میدانِ بدر میں یہی تلواریں الٹ کر خود ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر گئیں۔ میدان بدر میں کفار اپنی تعداد اور سامانِ حرب کے لحاظ سے مسلمانوں پر اس قدر غالب تھے۔ کہ کہہ سکتے ہیں۔ مسلمان اصل میں بے ہتھیار تھے۔ تین سو مسلمان اور وہ بھی صرف چند سواریوں اور قلیل سامانِ حرب کے ساتھ کفار کے ایک ہزار جری مسلح بہادروں۔ اور تجربہ کار جرنیلوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتے تھے۔ عملی طور پر مسلمان نہتے ہی تھے۔ ان کے پاس تلوار تھی ہی نہیں۔ یقیناً یہ خدا تعالےٰ کے فرشتوں ہی کی فوج تھی۔ جو اس کے مظلوم اور بے سروسامان بندوں کی حفاظت کے لئے اتری جس نے ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کی تلواروں کو انہی کی طرف پھیر دیا۔ اور وُہی تلوار جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ظالمانہ طور پر اٹھائی گئی تھی۔ خود کفار کی ہلاکت کا باعث بن گئی۔ بھلا یہ بھی کوئی انسانی تلواریں تھیں۔ جو دو کم سن بچوں کے ہاتھ میں ہو کر مقبوضہ ہاپر دار جرنیلوں کی صفوں کو چیرتی ہوئی سرِ لشکر ابوجہل کا کام تمام کر گئیں یقیناً اہلِ بصیرت کے لئے اس میں بیّن نشان ہے۔

مگر ہاں ہمارے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ایک تلوار تھی۔ مگر لوہے کی نہیں۔ بلکہ حق و صداقت کی۔ توحید الٰہی و محبت الٰہی کے پیغام کی تلوار تھی۔ افقِ اسلام پر روزِ اوّل سے ہی یہ تحریر جلی الفاظ میں لکھی جا چکی تھی۔ کہ اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ فرمایا انسان فطرتاً خدا تعالےٰ کے ساتھ علاقہ اور تعلق اور اس کی محبت اپنے اندر رکھتا ہے اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اپنے رب کے نام کے ساتھ اٹھ اور محبتِ الٰہی کا پیغام بندوں کو سُنا۔ یقیناً محبوب کی آواز پر ان کے دل کھچے چلے آئیں گے۔ سو یہی دلوں کو فتح کرنے والی تلوار تھی۔ اور اسی کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں بندے پروانوں کی مانند اس پر فدا ہونے کے لئے کھنچے آئے۔

بھلا لوہے کی تلوار کے ساتھ ایسے عاشق جاں نثار صحابہؓ پیدا کئے جا سکتے تھے۔ جیسے ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہاجرین و انصار تھے۔ کیا لوہے کی تلوار اس طرح دلوں پر فتح پا سکتی تھی۔ جیسی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ پر پائی۔ ہرگز نہیں۔

عُمیر اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر مکہ سے نکلا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا پختہ ارادہ کر کے نکلا - مدینہ پہونچا صحابہؓ اسے دیکھ کر خائف ہُوئے - مگر حضورؐ نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی - کیونکہ آپ کو کامل اطمینان تھا - کہ عُمیر کی لوہے کی تلوار خدا کے اذن سے بے کار کر دی جائیگی سو ایسا ہی ہُوا - حضورؐ کے انوار کے مقابلہ میں لوہے کی تلوار کو پردہ نیستی میں چھپ جانا پڑا - یہی آپؐ کی بعثت کی غرض تھی - کہ دین کے معاملہ میں لوہے کی تلواروں کو دُنیا میں بے اثر کر دیا جائے - آپؐ رب العالمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے - سو محمدیؐ رحمت نے لوہے کی تلوار کی پیدا کردہ آگ کو بجھا دیا - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ رحمت آسمانی کی بارش تھے - آپؐ نے دُشمن کی لوہے کی تلوار کو بے اثر کر کے اس پر محبت الٰہی کی تلوار چلائی - اور عمیر ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے نہیں اُٹھا - جب تک کہ لا الٰہ الا اللہ کی تلوار کا خود شکار نہ ہو گیا - یہ تھی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار - دُنیا کی تلواروں سے نرالی - دُنیا کی تلواریں تو زندوں کو مُردہ بناتی ہیں - مگر سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے لاکھوں مُردے زندہ ہو گئے ؛

بہت بڑے جری اور بہادر عمرؓ بھی ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادے سے ہی نکلے تھے - لوہے کی تلوار ان کے ہاتھ میں تھی - مگر ابھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے - کہ رستہ میں ہی محمدی تلوار سے گھائل ہو گئے - قرآن مجید کی نورانی تلوار اپنی چمک کے ساتھ غالب آئی - کلام الٰہی عمرؓ کے کان میں پڑا - آسمانی محبوب کا شیریں کلام - اُس کا نُور عمرؓ کے قلب سعید کی گہرائیوں تک اتر گیا رُوح و دل کے مالک کا ارشاد - فآمنوا باللہ و رسولہ النبی الامی عمرؓ کی رُوح کو سجدے میں گرا دیا - اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے قول سے عبودیت کا اقرار کیا - محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی تلوار کام کر گئی - عمرؓ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بن گیا ایسا عاشق زار اور جاں نثار غلام - کہ جب پھر اس کا پیارا محبوب اس دار فانی سے رخصت ہُوا - تو پھر وُہی لوہے کی تلوار جو کبھی زمانہ میں حضورؐ کے قتل کے لئے اس نے ہاتھ میں لی تھی - پھر میان سے باہر آئی - اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات شُدہ کہنے والے کی گردن اڑانے کیلئے تیار ہو گئی - یہ عشق کی دیوانگی تھی - عمرؓ کو ایک سیکنڈ کیلئے یہ خیال کرنا بھی دوبھر تھا کہ محمدؐ جیسا پیارا آقا اس کی زندگی میں اس سے جدا کر لیا جائے گا ... اے خدا اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما سرورِ دو عالم پر آپ کے صحابہؓ پر اور آپؐ کی ساری امت پر - اور ہمیں بھی توفیق دے کہ اپنے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کی تکمیل میں - اور اس پیارے آقا صلعم کی معیت میں ہو کر فدائیت کی نعمت پالیں ؛

قرآن کریم میں خدا تعالٰے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے - یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (المائدہ) کہ اے رسول جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے - اسے لوگوں تک پہونچا دے ؛

اس آیت میں اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم اور ضروری کام تبلیغ حق بیان فرمایا ہے - یعنی وُہ پیغام آسمانی جو آپ کو اللہ تعالٰے سے ملا - اور جس کے پہونچانے کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا - اسے دُنیا میں منکشف کیا جائے ؛

سب سے اہم فرض

اگر غور کیا جائے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ عالم کائنات کے متعلق سب سے بڑا اور سب سے اہم - اور سب سے زیادہ مقدس فرض یہ ہے کہ نفوس انسانی کی اصلاح اور تربیت کی جائے - ان میں ہر قسم کے فضائل و اخلاق حسنہ پیدا کئے جائیں - تا کہ وُہ اپنی غرض پیدائش اور مقصد حیات حاصل کریں - یہی وُہ مقدس فرض ہے جس کی تکمیل کے لئے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کے ماتحت ہر زمانہ اور ہر قوم میں خدا تعالٰے کے وُہ مقدس اور برگزیدہ انسان مبعوث ہوتے رہے - جنہوں نے بنی نوع انسان کے سامنے ان کے خالق و مالک کا پیغام رکھا - اور آج دُنیا میں اخلاق کا جو سرمایہ موجود ہے اور لوگوں میں رشد و ہدایت کے جو آثار پائے جاتے ہیں - یہ سب انہی برگزیدوں کا اثر اور ان کے نفوس قدسیہ کا پرتو ہے ؛

حضرت ابراہیم - حضرت اسمٰعیل - حضرت یعقوب - حضرت یوسف اور حضرت موسٰے علیہم السلام سب اسی مقدس گروہ کے نفوس قدسیہ تھے - جنہوں نے اللہ تعالٰے کے حکم سے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے مقررہ حلقہ اور قوم میں تبلیغ حق کا فریضہ ادا کیا - انہوں نے لوگوں کے سامنے عملی طریق پیش کیا - اور فضائل و اخلاق کے بہترین مجسمے بن کر بتایا کہ وُہ ان کا اسوہ اختیار کریں اور ان کے اخلاق جذب کر کے اللہ تعالٰے کے قرب کی راہ پر گامزن ہوں - یہ سلسلہ یہیں پر بس نہ ہوا - بلکہ ان کے بعد ایک ایسے مبلغ اعظم کو مبعوث کیا گیا - جو کسی خاص قوم اور خاص ملک کے ساتھ مختص نہ تھا - بلکہ وُہ دُنیا کے ہر سرخ و سپید اور اسود و احمر کے لئے پیغام حق لے کر آیا - اور ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے ماتحت تمام بنی نوع انسان کے لئے تمام عالم کائنات کے لئے اسے نمونہ قرار دیا گیا - اس کی آمد اور بعثت پر اعلان کیا گیا - تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان) کہ خدا کی ذات نہایت ہی برکتوں والی ہے - جس نے اپنے اس مبشر کو تمام دُنیا کے لئے رہبر و رہنما مقرر کر کے بھیجا - یہ مبشر اعظم اور مبلغ کامل کون تھا -

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے اپنی اس فضیلت اور خصوصیت کو خود بھی بیان فرمایا ہے حدیث میں آتا ہے - کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ - یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ مجھ سے پہلے یہ طریق اور دستور تھا - کہ ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا - مگر مجھے یہ خصوصیت عطا کی گئی - اور یہ فضیلت دی گئی ہے - کہ میں دُنیا کی سب قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہُوں - اور تمام لوگوں کے لئے دعوت عامہ لے کر آیا ہوں ؛

حضرت رسول مقبولؐ کی دعوتِ عامہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے - انہوں نے اپنی تبلیغ کو صرف انہی قوموں تک محدود رکھا - جنکی طرف انکی بعثت ہوئی تھی - اور دوسری قوموں اور ملکوں کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہ کی - لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلقۂ تبلیغ چونکہ ساری دُنیا تھی - اور آپؐ کی بعثت تمام قوموں اور ملکوں کے لئے تھی - اس لئے آپؐ نے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں تمام قوموں اور تمام ملکوں کو ملحوظ رکھا - آپؐ نے نہ صرف عرب میں تبلیغ کی - بلکہ روم میں بھی پیغام حق پہنچا کر فریضۂ تبلیغ ادا کیا - اور بصرہ اور حبش کو بھی اس پیغام آسمانی سے محروم نہ رکھا - اور ان تمام مقامات میں آپ کے شیدائی پیدا ہُوئے کسی شاعر نے کیا ہی عمدہ کہا ہے

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیبؓ از روم
زخاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

شاہانِ عجم کو اسلام کی دعوت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت عامہ کی تکمیل کے لئے رؤسائے عرب اور شاہان عجم کو بھی دعوتِ اسلام دی - ان کو تبلیغی خطوط لکھے - جن میں اسلام کی تعلیم واضح کی گئی - اور ان کو اسے قبول کرنے کی دعوۃ دی گئی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط لکھنا - اور ان کو دعوت اسلام دینا - یہ اس بات کا عملی ثبوت ہے - کہ آپ کی بعثت -
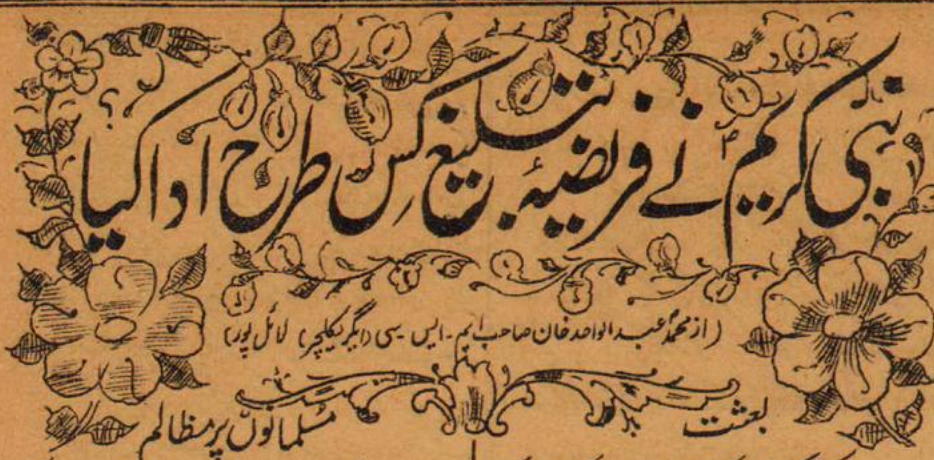
کسی ایک قوم سے مختص نہ تھی۔ بلکہ تمام دُنیا کے لئے تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیصر رُوم۔ خسرو پرویز۔ تاجدار ایران۔ عزیز مصر۔ اور نجاشی شاہ حبش کی طرف تبلیغی خطوط روانہ کئے۔ اس کے علاوہ دیگر رؤسا، اور سرداروں کو بھی دعوت اسلام کے خطوط لکھے:۔

قیصر روم کے نام تبلیغی خط

قیصر کے پاس وحیہ کلبی کو خط دے کر روانہ کیا جس میں تحریر تھا۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ و رسولہ الیٰ ھرقل عظیم الروم سلام علےٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم الاریسیین ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ کہ اے ہرقل تو اسلام قبول کر کہ سلامت رہے گا۔ اور خدا تجھے دوگنا اجر دیگا۔ لیکن اگر انکار کریگا تو ملک کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب تم ایسی بات کی طرف آؤ۔ جو ہم اور تم دونوں میں یکساں ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا ایک ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر انکار کرتے ہو۔ تو گواہ رہو۔ کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ اور کاربند ہیں:۔

شاہ ایران کے نام تبلیغی خط

شاہ ایران کی طرف نامۂ مبارک عبد اللہ بن حذافہ لے کر گئے تھے۔ اس میں تحریر تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وامن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیًا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔ یعنی مجھ کو اللہ تعالےٰ نے تمام دُنیا کے لئے رہنما مقرر کیا ہے۔ اے بادشاہ تو اسلام قبول کر سلامت رہے گا۔ اور اگر انکار کرتا ہے۔ تو رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہے:۔

اسی طرح مصر۔ اور حبش کے بادشاہوں کے نام بھی تبلیغی خطوط لکھے۔ دیگر رؤساء۔ اور سرداروں کو بھی دعوت اسلام دے کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا مشن اور مقصد تمام دُنیا کو تبلیغ حق پہونچانا تھا۔ اور آپؐ نے دعوتِ اسلام کو عرب اور عجم دونوں کے لئے یکساں قرار دے کر بتا دیا۔ کہ اسلام ایک ایسا چشمہ ہے۔ جس سے ساری دُنیا سیراب ہوگی یہ ایک ایسا نُور ہے۔ جس سے تمام عالم منور ہوگا۔ اور وہ ایک ایسا سورج ہے۔ جس کی شعاعیں ہر ایک انسان پر پڑیں گی:۔

صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نبی کریمؐ نے فریضۂ تبلیغ کس طرح ادا کیا

(از محمد عبد الواحد خان صاحب ایم۔ ایس۔ سی (ایگریکلچر) لائل پور)

بعثت

انبیائے کرام کی بعثت کی غرض خدا تعالےٰ کی توحید کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اسی مقصدِ عظیم کو لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے وقت میں مبعُوث ہوئے۔ جبکہ تمام دُنیا پر تاریکی چھائی ہُوئی تھی۔ اور برّ و بحر میں فسادِ عظیم برپا ہو چکا تھا۔ عرب کی حالت خطرناک طور پر گر چکی تھی۔ شراب۔ زنا۔ قتل و خونریزی عام تھی۔ ملک میں کوئی قانون نہ تھا۔ بُت پرستی مذہب تھا۔ ہر قبیلہ کا جُدا بت ہوتا تھا۔ پتھروں۔ ریت کے ٹیلوں۔ اور درختوں کی پرستش ہوتی تھی۔ علم کا نام و نشان نہ تھا۔ ان حالات اور اس گری ہُوئی قوم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش ۵۷۱ء میں ہوئی۔ آپؐ شروع میں ہی قوم کی گری ہوئی حالت کو دیکھ کر متاثر ہو چکے تھے۔ جب اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی مامور فرمایا تو آپ کو بے حد فکر ہوا۔ کہ آپؐ کس طرح اس گری گزری قوم کو اُبھار سکیں گے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ آپؐ کو کبھی ناکام نہ ہونے دے گا آپ کو بنی نوع انسان کے راہِ راست پر لانے کا بے انداز فکر تھا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لعلک باخعٌ نفسک الا یکونو مومنین:۔

آپؐ غارِ حرا کے گوشۂ تنہائی میں بیٹھا کرتے تھے۔ اسی جگہ آپؐ پر الٰہی نور جلوہ افروز ہوا۔ اور اگرچہ شروع شروع میں آپؐ کو فکر تھا۔ کہ کیسے اس عظیم الشان کام کو کر سکینگے۔ مگر بالآخر آپؐ کا دل کامل یقین سے بھر گیا۔ کہ اس صداقت کو پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے:۔

سب سے پہلے آپؐ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ اُن کے بعد آپؐ کے بعض دوست اور رشتہ دار۔ قریش نے آپؐ سے استہزا اور نفرت شروع کر دی۔ اور آپؐ کو نعوذ باللہ پاگل اور مجنون قرار دیا۔ مگر بایں ہمہ آپؐ کی صداقت پھیلنی شروع ہو گئی۔ اور دو دو۔ تین تین اشخاص اسلام قبول کرنے لگے حتیٰ کہ تقریبًا چار سال کے اندر چالیس اشخاص مُسلمان ہو گئے۔ اور مخالفت بھی زوروں پر آگئی:۔

مسلمانوں پر مظالم

مسلمانوں کو ہر طرح کے مظالم برداشت کرنے پڑے۔ کسی کو گرم ریت پر لٹایا گیا۔ کسی کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مسلمان ایک جگہ اکٹھے نماز بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے کام کو مسلسل جاری رکھا اور عفو۔ حلم اور صبر سے کام لیا۔ مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرماتے رہے ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف چند صحابہؓ کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب ہم مشرک تھے۔ تو کوئی ہماری طرف آنکھ بھی نہ اُٹھا سکتا تھا لیکن مسلمان ہونے کے بعد ہم پر ہر قسم کے مظالم کئے جاتے ہیں آپ ہمیں کفار سے مقابلہ کی اجازت دیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انی امرتُ بالعفو فلا تقاتلوا (نسائی) یعنی مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے تمہیں لڑائی کی اجازت نہیں

ایک دفعہ خباب بن الارت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسُول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قریش ہم پر سخت ظلم کرتے ہیں۔ آپؐ ان کے لئے بد دُعا فرمائیں یہ سنتے ہی آپؐ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ تم سے پہلے وُہ لوگ گزرے ہیں۔ جن کے سروں پر آرے چلائے گئے۔ مگر وُہ اپنے کام میں لگے رہے۔ یاد رکھو۔ خدا اس کام کو خود پورا کرے گا حتےٰ کہ ایک شتر سوار صنعا سے لے کر حضرموت تک بلاخوف و خطر سفر کر سکے گا (بخاری)

جب قریش کا ظلم انتہا کو پہونچ گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مُسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔ سب سے پہلے گیارہ اشخاص ابی سینیا میں شاہ نجاشی کے پاس گئے۔ جس نے ان کے حالات سُن کر پناہ دی۔ اگلے سال کچھ اور مسلمان وہاں چلے گئے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد ۱۰۱ ہو گئی۔ قریش بہت برافروختہ ہُوئے انہوں نے پہلے تو ابو طالب سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ وُہ آنحضرتؐ کو ان کے حوالہ کر دیں مگر انہیں ناکامی دیکھ کر انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت سا زر و سامان دینے۔ بادشاہ بنانے اور خوبصورت عورتیں دینے کا لالچ دیا۔ مگر

آپؐ نے ان تمام باتوں کو ٹھکرا دیا۔ اور اپنی صداقت پر مُہر کر دی:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طائف میں تشریف لے گئے تاکہ وہاں الٰہی پیغام سُنائیں۔ مگر وہاں کے لوگ مکّہ والوں سے بھی سخت ثابت ہُوئے۔ واپسی پر لوگوں نے پتھر باری کی۔ اس پر بھی آپؐ نے اُن کے لئے بد دُعا نہ کی۔ بلکہ یہ دُعا کی۔ کہ اے اللہ میری قوم مجھے نہیں پہچانتی۔ تو ہی انہیں ہدایت فرما:۔

ہجرت

اس اثنا میں اسلام مدینہ میں کسی قدر سرعت سے پھیل گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعوے کا تیرھواں سال تھا۔ تو ۷۵ مسلمان جن میں دو عورتیں بھی تھیں۔ مدینہ سے حج کے لئے آئے۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گزارش کی کہ اگر آپؐ مدینہ تشریف لے چلیں۔ تو وُہ ان کی حفاظت کریں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسلمانوں کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا۔ کہ آپ نے اپنی روانگی سے پہلے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کے لئے فرمایا۔ دو ماہ کے اندر اندر تقریباً ۱۵۰ مسلمان مدینہ چلے گئے۔ اور مکہ میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بعض مسلمان رہ گئے ان حالات کو دیکھ کر کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کی پھر انتہائی کوشش کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن آپؐ رات کے وقت بچ کر نکل گئے۔ اور غارِ ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں جا ٹھہرے پھر تین یوم کے بعد وہاں سے مدینہ کو روانہ ہو گئے:۔

جنگ بدر

ہجرت کے دُوسرے سال کفار نے ایک ہزار کی تعداد میں مسلح فوج کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مقام بدر پر جنگ ہُوئی۔ مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۰۰ تھی۔ کفار کو شکست فاش ہُوئی۔ اور اُن کے بڑے بڑے لیڈر قتل ہو گئے:۔

فتح مکہ

سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۵۰۰ مسلمانوں کی معیّت میں حج کو تشریف لے گئے۔ مگر کفار نے سخت مزاحمت کی اور حج نہ کرنے دیا۔ ایک صلح نامہ تیار کیا گیا۔ مگر مکہ والوں نے ان شرائط کو دو سال کے بعد توڑ دیا۔ اور عہدنامہ فسخ کر دیا۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دس ہزار مسلمانوں کی معیت میں مکہ کی طرف بڑھے۔ مکہ والے مقابلہ نہ کر سکے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلا مقابلہ بغیر ایک بھی متنفس کا خون گرانے کے مکّہ فتح کر لیا۔ اور عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ اس طرح آپؐ نے ان سے وہی سلوک کیا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا اور انہی الفاظ میں فرمایا:۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ کہ آج کے دن تم سے کوئی باز پُرس نہ کی جائے گی:۔

غزواتِ رسول کریمؐ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس قدر بھی جنگیں کیں۔ وُہ سب مدافعانہ تھیں۔ آپؐ کی زندگی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی۔ کہ آپؐ نے کبھی ایک بھی متنفس کو تلوار کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کے لئے کہا ہو۔ اور اس پر قرآن مجید کی تعلیم بھی گواہ ہے جس میں سے چند آیات پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (۲۹) یعنی حق اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے ایمان لائے۔ اور جس کا جی چاہے۔ انکار کرے:۔

(۲) ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا (۱۷) اگر آپ نیکی کرتے ہیں۔ تو اپنے نفس کے لئے۔ اور اگر بدی تو وُہ بھی اپنے نفس کے لئے:۔

(۳) لا اکراہ فی الدین۔ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں جس کا جی چاہے۔ ایمان لے آئے۔ اور جس کا جی چاہے۔ انکار کر دے:۔

(۴) انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً (۲۹) ہم نے راہ ہدایت بتا دی ہے۔ جس کا جی چاہے۔ شکر گزار ہو۔ اور جس کا جی چاہے۔ ناشکری کرے:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باوجود مخالفین کے اشد ترین مظالم کے ہمیشہ عفو۔ درگزر۔ اور صبر سے کام لیا۔ اور اپنے کام کو استقلال اور اولوالعزمی سے جاری رکھا حتےٰ کہ عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپؐ کی زندگی میں ہی اسلام پھیل گیا۔ آپؐ کو ایسی زبردست الٰہی نصرت نصیب ہُوئی۔ کہ جس کا دُشمنانِ اسلام کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا گیارھویں ایڈیشن میں لفظ قرآن کے تحت لکھا ہے:۔

"Of all the religious personalities of the world Mohammed was the most successful."

یعنی تمام بانیانِ مذاہب میں سے حضرت محمدؐ صاحب سب سے زیادہ کامیاب ہُوئے ہیں:۔

صُلح کی بُنیاد

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام مذاہب کے لوگوں کے ساتھ صُلح کی بنیاد رکھی۔ اور وُہ اس طرح کہ مسلمانوں کو تمام بانیانِ مذاہب کا خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور و مرسل ہونا تسلیم کرایا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان من امۃ الاخلا فیھا نذیر۔ کہ کوئی بھی قوم ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نذیر مبعوث نہ ہُوا ہو:۔

صلح کا شاہزادہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف صلح کی بنیاد ہی رکھی۔ بلکہ فرمایا۔ کہ میری امت میں ایک مہدی آئے گا۔ جو دینی جنگوں کو ختم کر دے گا۔ اور صلح اور آشتی سے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرے گا (یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب)

اور قرآن شریف نے اس آنے والے کے متعلق سورہ جمعہ میں واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم فرما کر بتا دیا۔ کہ اس موعود کا آنا گویا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آنا ہے اور اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت ثانیہ قرار دیا۔

پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا صرف نام ہی نام رہ گیا۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ہے۔ یاتی علے الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا من القراٰن الا رسمہ (مشکوٰۃ) یعنی ایک زمانہ آئیگا کہ اسلام کا صرف نام ہی نام رہ جائے گا۔ اور قرآن شریف بطور رسم کے استعمال ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ اسلام کی دستگیری فرمائے گا۔ تب اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے وُہ موعودؑ

قادیان

کی سرزمین میں ظاہر ہُوا۔ اس نے وُہی توحید کا درس جو آج سے تیرہ سَو برس پہلے دیا گیا تھا۔ دینا شروع کیا۔ اور اسلام پر جو مدت سے الزام لگایا جاتا تھا۔ کہ تلوار سے پھیلا ہے۔ رفع کیا۔ دُنیا نے پھر ایک بار چاہا۔ کہ اس نور کو مٹا دے۔ قتل کے منصُوبے کئے۔ اور ہر رنگ میں اس کو برباد کرنے کی کوشش کی۔ مگر الٰہی نصرت اس کے شامل حال رہی۔ وُہ ہر دن نئی کامیابیاں دیکھتا رہا۔ اور بامراد اور کامران ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اور اپنے پیچھے ایک جماعت چھوڑ گیا۔ جو قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کر رہی ہے۔ اور اسلام کو اکناف عالم میں پھیلا رہی ہے۔ مبارک وُہ جو اس کا ساتھ دے کہ اسلام کی ترقی کے دنوں کو قریب لاتا ہے

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین:۔

ازدواجی تعلقات کے متعلق اسلامی نظریہ

از مولانا ابوالعطاء الجالندہری احمدی مبلغ بلاد عربیہ

ازدواجی تعلقات ایک فطری جذبہ کا اظہار ہے۔ اور شادی کا رواج انسانی پیدائش کے روز اول سے شروع ہے۔ لیکن تاریخ سے ظاہر ہے۔ کہ مختلف زمانوں میں شادی کو مختلف نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں نے شادی کرنا روحانیت کے راستہ میں ایک بڑی روک سمجھا۔ اور ازدواجی تعلقات کو قائم کرنا ادنیٰ درجہ کا کام قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش اور پھر عیسائی روایات کے ماتحت ان کا شادی نہ کرنا ایسے امور ہیں۔ جن سے عیسائیوں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ جو شادی نہیں کرتا۔ وہ شادی کرنے والے سے افضل ہے۔ اسی سے عیسائیوں میں رہبانیت کا خیال پیدا ہو گیا۔ پولوس کہتا ہے

(۱) "اگر تیرے بیوی نہیں۔ تو بیوی کی تلاش نہ کر۔ لیکن تو بیاہ کرے بھی تو گناہ نہیں۔ اور اگر کنواری بیاہی جائے۔ تو گناہ نہیں۔ مگر ایسے لوگ جسمانی تکلیف پائیں گے۔ اور میں نہیں بچانا چاہتا ہوں۔" (۱۔ کرنتھیوں ۲۷ - ۲۸/۷)

(۲) "کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں۔" (۲۵/۷)

(۳) "جو اپنی کنواری لڑکی کو بیاہ دیتا ہے۔ وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں بیاہتا وہ اور بھی اچھا کرتا ہے۔ (۱۔ کرنتھیوں ۳۸/۷)

ان حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ عیسائیت میں بہت بڑا درجہ رکھنے والے پولوس کا خیال یہی تھا۔ کہ شادی کرنا بہر صورت کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ اور صرف وہ لوگ شادی کر سکتے ہیں۔ جو مجبور ہوں۔ گویا شادی کرنا ایک کمزوری اور عیب سمجھا گیا ؛

ہندوستان کی روح بھی اس عقیدہ سے بہت حد تک متاثر ہے۔ کہ عورت ناپاک چیز ہے۔ حتی الوسع اس سے دوری اور شادی سے اجتناب ہی اچھا ہے۔ ان کے ہاں بڑے مہاتما کی بڑی علامت یہی ہے۔ کہ وہ دنیوی تعلقات سے منقطع ہو کر جنگلوں میں ریاضت کرے۔ گویا ہندو فلسفہ کی رو سے شادی ایک بندھن ہے۔ ایک روحانیت کش زہر ہے ؛

یہودی مذہب اگرچہ شادی کی ممانعت نہیں کرتا۔ لیکن اس کو ایک ادنیٰ کام قرار دینے میں دوسرے مذاہب سے پیچھے نہیں۔ تورات انبیاء اور ان کی بیویوں کے حالات ایسے افسوسناک رنگ میں پیش کرتی ہے۔ کہ انسان پکار اٹھتا ہے۔ اگر نبیوں کی زندگیوں پر شادی کا یہ اثر ہے۔ تو شادی نہ کرنا ہی بہتر ہے ؛

غرض اسلام سے پیشتر کوئی مذہبی گروہ ایسا نہ تھا۔ جو شادی کرنے کو روحانیت میں ممد اور اللہ تعالےٰ کے قرب کا وسیلہ قرار دیتا ہو۔ بلکہ ان کا رجحان اسی طرف تھا۔ کہ اگر کوئی روحانیت کا دلدادہ ہے۔ تو شادی نہ کرے ؛

ظاہر ہے کہ اس نظریہ کے ماتحت اہل مذاہب جب شادیاں کریں گے۔ تو ان کے اخلاق اور روحانیت پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اور آہستہ آہستہ شادی سے کراہت پیدا ہو جائے گی۔ اندریں صورت بیویاں جس مظلومانہ حیثیت میں بسر اوقات کرتی ہوں گی۔ وہ ظاہر ہے۔ یہ احساس خاوند و بیوی دونوں کے لئے آزار جان بنا رہے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے وہ روحانی اذیت اٹھاتے رہیں گے ؛

اسلام وہ مذہب ہے۔ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ پہلے نبی ہیں۔ جنہوں نے انسانوں کو روحانیت حقیقی روحانیت سے آشنا کر کے شادی کا فلسفہ بتایا۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے شادی کرنا عیب نہیں۔ نقص نہیں۔ کمزوری نہیں۔ روحانیت سے محروم کرنے کا ذریعہ نہیں۔ بلکہ شادی کرنا خوبی ہے کمال ہے۔ قابل فخر ہے۔ روحانیت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شادی کرنے سے انسان کا دین کامل ہوتا ہے۔ اور آپ ہمیشہ شادی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ کہ ایک صحابی نے ماحول کے اثرات سے متاثر ہو کر یہ عہد کرنا چاہا۔ کہ میں روحانیت کی خاطر ہمیشہ کے لئے شادی سے اجتناب کروں گا۔ اس صحابی کے اس بیان پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کمال خفگی کا اظہار فرمایا۔ اور کہا۔ کہ شادی کرنا علامت کمال اور روحانیت پیدا کرنے کے لئے میری سنت ہے۔ جو شخص میری سنت سے منہ پھیرتا ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم خطبۂ نکاح میں جو آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان سب میں تقوےٰ کا ذکر ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ شادی تقوےٰ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ؛

اسلام نے شادی نہ کرنے کو کمزوری قرار دیا ہے۔ احادیث میں شادی نہ کرنے والوں کی ایک رنگ میں مذمت آئی ہے۔ الامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب احیاء العلوم میں اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق اس خیال کی بناء پر کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ معذرت کرنی پڑی ہے۔ بانیٔ اسلام علیہ السلام نے خود شادیاں کیں۔ اور بیویوں سے بہترین سلوک کر کے اپنے متبعین کے لئے اپنی بیویوں سے حسن سلوک کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ اور اگر ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو دنیا بھر میں صرف آپ ہی ایک ایسے نبی ہیں۔ جو شادی شدہ کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں اس مضمون کے بہت سے پہلو ہیں۔ لیکن میں اختصار کے لحاظ سے صرف اسی بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حضور علیہ السلام نے شادی کے متعلق صحیح اور پاکیزہ نظریہ قائم کر کے اہل عالم پر بے نظیر احسان فرمایا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اس عقیدہ کے ماتحت ایمانداروں کی زندگی متاہلانہ زندگی ہزاروں برکات کا موجب بن رہی ہے۔ وہ اسلامی تعلیم کی پابندی سے شادی کے بعد روحانیت میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں ؛

اسلام کا یہ نظریہ جہاں رشتۂ زوجیت کو ایک مقدس رشتہ اور ازدواجی تعلقات کو پاکیزہ تعلقات قرار دیتا ہے۔ وہاں وہ ازروئے عقل بھی معقول ترین نظریہ ہے۔ کیونکہ اخلاق انسانی قوتوں کے برمحل صرف کرنے کا نام ہے ان کے کچلنے کا نام نہیں۔ اور ان قوتوں کو خدائے پاک کے حکم کے ماتحت برمحل استعمال کرنے سے ہی روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ یعنے وہ لطیف تعلق جو خالق و مخلوق کے درمیان موجود ہے بالفعل طور پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار مخلوق اپنے خالق کے رنگ میں رنگین ہو جاتی ہے ؛

پس سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی تعلقات کو قصر روحانیت کی مقدس بنیاد قرار دے کر بنی نوع بشر پر گراں بہا احسان فرمایا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ ازدواجی زندگی نہ صرف قیام دنیا کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ بلکہ روحانیت کی تکمیل میں بھی اسے بہت بڑا دخل حاصل ہے ایک تن تنہا شخص ان مراحل میں سے قطعاً نہیں گزر سکتا۔ جو ایک متاہل انسان کو پیش آتے ہیں۔ اور جن میں ثابت قدم رہنا خدا تعالےٰ کی رضا پر راضی ہونا اور اپنے خالق و مالک کے مقابلہ میں کسی پیاری سے پیاری چیز کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کرنا

بانیٔ اسلام کے ازدواجی تعلقات کی پُرعظمت مثال

از جناب مولوی غلام رسول صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

ازواج النبیؐ کے متعلق خُدا کا ارشاد

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر واقعہ محاسن کے لحاظ سے اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ آپؐ کے ازدواجی تعلقات کا ہر پہلو فقید المثال اور اشل الاماثل ہے۔ اس وقت میں ایک بات بطور مثال پیش کرتا ہوں۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے سورۂ احزاب میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلا۔ وان کنتن تردن اللّٰہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ فان اللّٰہ اعدّ للمحسنٰت منکن اجرًا عظیما یعنی اے نبی اپنی بیویوں سے کہدے۔ کہ اگر تم دُنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو۔ تو اس صورت میں آؤ۔ میں تمہیں مناسب متاع دے کر عمدگی سے رخصت کردوں۔ اور اگر تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول اور دار آخرت کی خواہش ہے۔ تو اس صورت میں تم میں سے جو بیویاں نیک اعمال والی ہونگی۔ خدا تعالےٰ نے ان کے لئے بہت ہی بڑی عظمت والا اجر تیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت تخییر کہلاتی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں سے جونسی چاہو۔ اختیار کرسکتی ہو۔ خواہ اللہ۔ رسول۔ اور آخرت کو خواہ دُنیا اور دُنیا کی زینت کو۔ اس آیت سے کئی ایک باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

مذہب میں جبر نہیں

(۱) یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اسلام کے قبول کرنے یا اس پر قائم رہنے کے لئے کسی قسم کا جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ کیونکہ جو شخص اپنی منکوحہ عورتوں پر بھی جبر کی کوئی صورت مذہب کے بارہ میں روا رکھنا نہیں چاہتا۔ وُہ غیر مذاہب کے لوگوں پر جبر کرنا کیسے روا رکھ سکتا ہے:

صدق رسالت کی ایک دلیل

(۲) یہ کہ اس آیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طہارت نفس اور پاکیزگیٔ فطرت کا علم ہوتا ہے کہ اگر آپؐ اللہ کے رسول اور دعویٔ رسالت و نبوت میں صادق نہ ہوتے اور محض دُنیا اور مال دنیا آپؐ کا مقصد ہوتا۔ تو اپنی ازواج کی معیت میں آپؐ دُنیا ہی تک اپنی خواہشوں کو محدود رکھتے۔ اور اس صورت میں جب ازواج مطہرات صرف دُنیا کے مال اور زینت کو اپنا مقصد بنانے والی ہوتیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بڑے شوق سے ان کی اس خواہش میں شرکت فرماتے۔ بلکہ صرف دُنیا طلبی کی صورت میں آپؐ کا قدم ازواج سے بھی پیش پیش نظر آتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اُس کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازواج مطہرات کو یہ اختیار دیتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں اللہ اور رسُول اور دار آخرت کے بالمقابل دُنیا طلبی اور زینت دُنیا مطلوب ہے۔ تو میری طرف سے تم آزاد ہو۔ صدقِ رسالت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا روشن دلیل ہوسکتی ہے:۔

پھر امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طہارت نفس اور پاکیزگیٔ فطرت کی ایسی شان رکھتے تھے۔ کہ ازواج کی مفارقت کے خیال سے آپکے قلب مطہر پر ذرا بھی اثر محسوس نہ ہونے پایا۔ ورنہ جو شخص دُنیا۔ اور دُنیا کی زینت کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اور عورتوں کے تعلقات سے خاص دلچسپی رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس کا دل کبھی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی مانوس طبیعت عورتیں اس سے جُدا ہوں پس سراحًا جمیلا سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دامن تقدس ان بیہودہ اعتراضات سے بکلی منزہ اور مبرا ہے۔ جو ظالم طبع مخالفین آپؐ پر کثرت ازدواج کی بناء پر کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے یہ امر ثابت ہے کہ آپؐ اللہ تعالےٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے۔ اور اس کے مقابل یہ دُنیا اور اس کی تمام زینت آپؐ کے نزدیک ہیچ محض تھی:

ازواج النبیؐ کی شان تبتّلیت

(۳) اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے کونسی صورت اختیار کی۔ واقعاتِ تاریخیہ سے ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات نے دُنیا اور زینت دُنیا کے مقابل اللہ اور اللہ کے رسُول اور دار آخرت کو پسند فرمایا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلق عظیم آپؐ کی روحانیت۔ آپؐ کی طہارت نفس۔ پاکیزگیٔ فطرت اور قوتِ قدسیہ۔ آپؐ کے پاک جذبات۔ آپؐ کے بے حد محسنانہ تعلقات اور خالق و مخلوق کے ساتھ بہترین سے بہترین معاملات کے اثرات جو ان کے دلوں پر منقش ہوچکے تھے۔ یا بالفاظ دیگر ان کی رُوح رواں بن چکے تھے۔ خلوت اور تنہائی کی گھڑیوں میں غور اور تدبر کرتے وقت انہوں نے مجبُور کر دیا۔ کہ ازواج مطہرات اپنے محبُوب خُدا اور محبوب رسُول اور محبُوب دار آخرت کو دُنیا اور زینتِ دنیا کی چند روزہ اور فانی متاع پر ترجیح دیتی ہوئی غیر فانی لثمار کے بالمقابل فانی چیز سے بے رغبتی ظاہر کریں

پس یہ آیت ایک طرف تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلق عظیم۔ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاملت اور بے حد پاک و محسنانہ حُسن سلوک کا بہترین اثر ثابت کرتی ہے اور دُوسری طرف ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کا اللہ اور اللہ کے رسول اور دار آخرت کی طرف راغب ہونا۔ اور دُنیا کی زینت سے بے رغبتی دکھلانا۔ ان کی حالت انقطاع الی اللہ۔ اور شانِ تبتّلیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور پتہ لگتا ہے۔ کہ سب کی سب ازواج مطہرات پاک اور تقوےٰ شعار۔ پارسا۔ اور باخدا تھیں۔ رضی اللہ عنھن وارضاھن رضوانا عظیما آمین

(۴) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ازدواجی تعلقات قائم کرنا دنیا طلب لوگوں کی طرح ہرگز نہ تھا۔ کیونکہ دُنیا پرست۔ اور بندۂ نفس کب یہ چاہتا ہے۔ کہ وُہ اپنی بیویوں سے محض اس لئے قطع تعلق کرے۔ یا انہیں قطع تعلق کرنے کے لئے آزادی دے۔ کہ وُہ دُنیا۔ اور زینتِ دُنیا کی آرزومند ہیں۔ اور اس کی بجائے خدا اور خدا کے رسول اور دار آخرت کی خواہاں نہیں ہیں:

پس اس آیت کی بناء پر ازواج مطہرات کو آزادی کے لئے اختیار دیا جانا نہایت ہی صفائی کے ساتھ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ازدواجی تعلقات دُنیا داروں کے تعلقات سے بالکل الگ تھے۔ اور ان پر نظر ڈالنے سے ہر عقلمند اور صاحب فطرت سلیمہ یقیناً اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ کہ آپؐ خدا تعالےٰ کے سچے مرسل تھے:

یہی بات تھی جس نے ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آرام و آسائش کے تمام اسباب سے محرُوم ہونے کے۔ اور عام مُسلمان عورتوں کے مقابلہ میں غربت اور تنگ دستی کی زندگی بسر کرنیکے باوجود رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایسا والا و شیدا بنا دیا۔ کہ انہوں نے آپؐ کے مقابلہ میں کسی چیز کی پروا نہ کی۔ اور آپؐ کے دامن سے وابستگی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا:

فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں رسول کریمؐ کا اسوۂ حسنہ

اشاعتِ اسلام کے متعلق بے نظیر جدوجہد

از مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل۔ رکن ادارہ "الفضل"

آغاز تبلیغ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب وحی الٰہی نازل ہُوئی۔ کہ یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبّر یعنی اے چادر میں لپٹے ہُوئے شخص۔ کھڑا ہو۔ اور لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرا۔ تو اس وحی کے معًابعد آپؐ نے شرک کے خلاف اور توحید باری کی تائید میں لوگوں کو وعظ ونصیحت اور تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ مگر اس کا حلقہ ابتداءً بہت محدود رکھا۔ یعنی صرف اپنے ملنے والوں تک۔ اس تبلیغ کے نتیجہ میں جو قریبًا تین برس تک جاری رہی۔ حضرت ابوبکر رضؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت خدیجہؓ۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ۔ حضرت عثمانؓ بن عفان۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ۔ حضرت ابوعبیدہؓ الجراح۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارث حضرت ابوسلمہؓ بن عبد الاسد۔ حضرت ابوحذیفہؓ۔ حضرت سعیدؓ بن زید۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون۔ حضرت ارقمؓ۔ حضرت عبد اللہؓ بن جحش۔ حضرت زینبؓ بن جحش۔ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود۔ حضرت بلالؓ بن رباحؓ۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہ۔ حضرت خبابؓ اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ مسلمان ہُوئے۔ ان میں سے شادی شدہ لوگوں کے بیوی بچے بھی عمومًا ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئے۔

کوہ صفا پر قبائلِ عرب کو کھلی تبلیغ

بعثتِ نبوی پر جب قریبًا تین برس گزر گئے۔ تو اللہ تعالےٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔ کہ فاصدع بما تؤمر یعنی جو تجھے حکم دیا گیا ہے۔ وُہ کھول کر لوگوں کو سُنا دے۔ اسی طرح یہ حکم اترا فانذر عشیرتک الاقربین۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الٰہی ارشادات کی تعمیل میں کوہ صفا پر گئے۔ اور قریش کے تمام قبائل کو نام لے لے کر بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دُوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ جو تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ تو کیا تم میری اس بات کو تسلیم کر لوگے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ کہ ہاں ہم آپؐ کی بات تسلیم کریں گے۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ آپؐ کو صادق القول پایا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو سُنو۔ خدا کا عذاب نزدیک آرہا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ تا اس مصیبت سے نجات پاؤ۔ یہ سُن کر لوگ ہنسی مذاق کرتے ہُوئے منتشر ہو گئے ابولہب نے اس وقت کہا۔ تبًّا لک الھٰذا جمعتنا تو ہلاک ہو کیا اسی غرض کے لئے تُو نے ہمیں جمع کیا تھا۔

دعوتوں کے موقعہ پر تبلیغ

کھُلی تبلیغ کا دُوسرا طریق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ اختیار کیا۔ کہ آپؐ نے ایک دعوت کا انتظام کیا جس میں تمام قریبی رشتہ داروں کو مدعو کیا۔ کھانا کھانے کے بعد آپؐ نے چاہا۔ کہ ان کے سامنے تقریر فرمائیں۔ مگر ابولہب نے کوئی ایسی بات کہدی۔ جس سے تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ آپؐ نے جب دیکھا۔ کہ یہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو ایک اور دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں لوگوں سے مخاطب ہو کر انہیں وعظ ونصیحت کی۔ اور فرمایا۔ کہ میں تمہاری طرف وُہ بات لے کر آیا ہوں جس سے بہتر کوئی شخص نہیں لاسکتا۔ تم میں سے کون میری مدد کرے گا۔ حضرت علیؓ نے جو اسوقت تیرہ چودہ سالہ عمر کے تھے۔ کہا۔ میں آپ کا ساتھ دُونگا۔ چھوٹے منہ سے اتنی بڑی بات سُنکر حاضرین مجلس بے اختیار ہنس دیئے۔ اور اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمزوری پر مذاق کرتے ہُوئے رخصت ہو گئے۔

تبلیغ کے لئے ایک مرکز کا قیام

چونکہ اس وقت تک مکّہ میں مسلمانوں کا کوئی تبلیغی مرکز نہ تھا۔ جس میں وُہ اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھتے۔ اور تبلیغ کے لئے تدابیر سوچتے۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارقم بن ارقم کے مکان کو اس مقصد کے لئے پسند فرمایا۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔ مسلمان اسی جگہ نمازیں پڑھتے۔ اور اسی جگہ متلاشیانِ حق کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تبلیغ کرتے۔ یہ تبلیغی مرکز "دار الاسلام" کے نام سے کتب تاریخ میں بہت مشہور ہے۔ اس مکان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریبًا تین سال رہے اور اسی جگہ حضرت مصعب بن عمیر۔ حضرت زید بن الخطاب حضرت طلیب بن عمیر۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم۔ حضرت یاسر حضرت عمار۔ حضرت سمیہ۔ حضرت صہیب بن سنان۔ حضرت ابوفکیہہ۔ حضرت ابوموسےٰ اشعری۔ اور حضرت عمر رضؓ داخلِ اسلام ہُوئے۔

تبلیغ اسلام میں رُکاوٹیں

کفار مکّہ نے جب دیکھا۔ کہ اسلام کی جڑیں عرب کی سرزمین میں پیوست ہوتی جارہی ہیں۔ تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تبلیغ اسلام سے روکنے کی کوشش شروع کی۔ کفار کا ایک وفد جس میں ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل وغیرہ شامل تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آیا۔ اور کہا۔ آپ اپنے بھتیجے کو تبلیغ اسلام سے روک لیں۔ نہیں تو اس کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔ اور ہمیں اور اُس کو چھوڑ دیں۔ کہ آپس میں فیصلہ کر لیں۔ ابوطالب نے ان سے بہت نرمی کے ساتھ گفتگو کی۔ اور ان کے غصّہ کو کم کر کے واپس کر دیا۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ کہ وُہ وفد پھر ابوطالب کے پاس آیا۔ اور اُس نے کہا اب معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ ہمیں رجس۔ پلید۔ شر البریہ۔ سفہاء اور ذریت شیطان کہا جاتا ہے۔ ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہمارے بزرگوں کو لاعقل کہکر پکارا جاتا ہے۔ پس اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا۔ اگر اس کی حمایت سے دست بردار ہو جاؤ۔ تو بہتر۔ نہیں تو ہم تم سب کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ ہم دونوں فریق میں سے ایک ہلاک ہو جائے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابوطالب نے یہ تمام واقعہ سناتے ہُوئے نصیحت کی۔ کہ اے بھتیجے اپنی زبان کو تھام لے۔ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا۔ آپؐ نے یہ واقعہ سُنکر نہایت اطمینان سے فرمایا۔ چچا یہ دُشنام دہی نہیں۔ بلکہ نفس الامر کا بیان ہے۔ اور اسی کام کے لئے تو خُدا نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھدیں۔ تب بھی میں اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ اور نہیں رکُونگا۔ یہاں تک کہ خُدا اسے پُورا کر دے۔ یا اسی کوشش میں میں ہلاک ہو جاؤں۔

کفار مکّہ کی ایذا رسانیاں

قریش نے جب دیکھا۔ کہ وُہ کسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو دعوتِ اسلام سے باز نہیں رکھ سکے۔ تو انہوں نے آپ کو کئی قسم کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔ ستانے کے لئے کبھی آپؐ کو شاعر کہا جاتا۔ کبھی کاہن۔ کبھی مجنون۔ اور کبھی ساحر۔ محمدؐ کی بجائے مذمم کہتے۔ آپؐ کے گھر میں پتھر پھینکتے۔ دروازہ پر کانٹے بچھاتے۔ گندی گالیاں دیتے۔ اور قتل کی تدابیر سوچتے رہتے۔ باوجود ان مظالم۔ اور ایسے جور و ستم کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نہایت ہی عزم و استقلال کے ساتھ فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں منہمک رہے۔ تو عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آپؐ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ آخر اس جھگڑے سے تم کیا چاہتے ہو۔ اگر مال چاہتے ہو۔ تو ہم تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تم ہم سب میں سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ حکومت کی خواہش ہے۔ تو ہم اپنا سردار ماننے کے لئے تیار ہیں۔ شادی کرنے کا منشا ہے۔ تو سب سے اعلےٰ گھرانے کی حسین ترین لڑکی سے ہم شادی کرانے کو بھی تیار ہیں۔ غرض جو بھی تمہاری خواہش ہو۔ کھل کر بتا دو۔ اُسے پورا کرنا ہمارا ذمہ ہے۔ عتبہ کا خیال تھا کہ اس کی جادو بیانی کام آئے گی۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سورۂ حٰم سجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ جن میں توحید کا ذکر آتا ہے۔ اور فرمایا۔ میرا جواب تو یہ ہے۔ عتبہ خاموش ہو کر چلا گیا۔

تعذیب المسلمین

قریش کو جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بالکل ناامیدی ہو گئی۔ تو انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کو دکھ دینا شروع کیا۔ تاکہ وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ حضرت عثمان۔ حضرت سعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ حضرت ابو ذر غفاری۔ حضرت بلال۔ حضرت ابو فکیہ۔ حضرت عامر۔ لبینہ۔ زنیرہ۔ حضرت صہیب۔ حضرت خباب۔ حضرت عمار۔ حضرت یاسر۔ اور حضرت سمیہ کو ایسے ایسے دکھ دیئے گئے۔ کہ ان کا ذکر کرنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی کے نتیجہ میں ۵ سنہ نبوی میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ تاکہ قریش کی سختیوں اور شدائد سے بچ سکیں۔

مسلمان کا بائیکاٹ

کفار کے پیہم مظالم اور مسلسل جور و ستم کے باوجود جب اسلام کا پودہ بڑھتا چلا گیا۔ تو کفار نے معاہدہ کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ یہ باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا۔ کہ کوئی شخص خاندان بنو ہاشم سے نہ قرابت کرے گا۔ نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ کرے گا۔ نہ اُن کے پاس کوئی چیز فروخت کریگا نہ ان سے خریدیگا اور نہ ان سے ملیگا۔ جب تک کہ وُہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے الگ نہ ہو جائیں۔ اس کے مطابق بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ صحابہ کا بیان ہے۔ کہ اس دوران میں انہوں نے بعض اوقات جنگلی درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ بچے بلکتے۔ مگر ظالم کفار ان کے پاس کوئی چیز پہونچنے نہ دیتے۔ قریباً تین سال یہی کیفیت رہی۔ آخر بعض نیک دل قریش نے اس ظالمانہ معاہدہ کو منسوخ کرایا اور بنو ہاشم و بنو مطلب کو رہائی دلائی۔ کفار کا اس سے مقصد یہ تھا۔ کہ اسلام کی تبلیغ رُک جائے۔ مگر واقعات بتاتے ہیں کہ ایسا نہ ہوا۔ بلکہ اسلام پہلے سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلنا شروع ہو گیا۔

قبائلِ عرب کو تبلیغ

حج کے ایام میں دور دراز علاقوں سے لوگ مکہ میں جمع ہوتے تھے۔ اور اشہرِ حرم میں تو عکاظ۔ مجنۃ۔ اور ذوالمجاز میں میلوں کی صورت ہو جاتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا۔ کہ آپ ان موقعوں سے فائدہ اٹھاتے۔ اور حج کے لئے آنے والے قبائل کا دورہ کرتے ہُوئے۔ عکاظ۔ مجنۃ اور ذوالمجاز وغیرہ مقامات میں پہونچکر تبلیغ اسلام فرماتے۔ بعض اوقات حضرت ابو بکر اور حضرت علی بھی آپ کے ساتھ ہوتے۔ مگر قریش نے اس میں بھی روکاوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ابولہب کا معمول تھا۔ کہ جہاں آپ تشریف لے جاتے۔ آپؐ کے پیچھے جاتا۔ اور جب آپ تقریر فرماتے۔ تو شور کرنے لگتا۔ اور کہتا۔ لوگو اس کی باتیں نہ مانو کیونکہ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ ابوجہل بھی بدظن کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ میں ابھی مسلمان نہیں ہُوا تھا۔ میں نے ذوالمجاز میں دیکھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموں میں گھس کر تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔ مگر ابوجہل آپؐ پر خاک پھینکتا جاتا اور کہتا۔ لوگو اس کے فریب میں نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے۔ کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔ غرض اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عامر بن صعصعہ بنو محارب۔ فزارہ۔ غسان۔ ذھل مرہ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ کندہ کلب۔ حارث۔ عذرہ۔ اور حضارمہ وغیرہ قبائل کو دعوت اسلام دی۔ مگر کسی نے قبول نہ کی۔

اہل طائف کو تبلیغ

مکہ والوں کو جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار پر مصر دیکھا۔ تو آپؐ تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے یہ مکہ سے تین منزل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اور بنو ثقیف کے بڑے بڑے صاحب اثر اور دولتمند اشخاص وہاں رہتے تھے۔ زید بن حارثہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہاں پہونچکر آپؐ نے شہر کے رؤساء کو دعوتِ اسلام دی۔ مگر سب نے ہنسی مذاق اڑایا۔ آخر جب وہاں کے ایک بڑے رئیس عبد یا لیل کو آپؐ نے دعوت اسلام دی تو اس نے شہر کے آوارہ آدمی آپؐ کے پیچھے لگا دیئے۔ وُہ شور کرتے ہُوئے آپؐ کے پیچھے ہو لئے۔ اور آپؐ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جن سے آپؐ کا سارا بدن لہو لہان ہو گیا۔ بعد میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا۔ میں طائف سے تین میل تک بھاگا آیا۔ اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ کہاں سے آیا ہُوں۔ اور کدھر جا رہا ہوں۔

طائف سے تین میل کے فاصلہ پر عتبہ بن ربیعہ کا جو مکہ کا ایک رئیس تھا۔ باغ تھا۔ آپؐ نے وہاں آکر پناہ لی۔ عتبہ و شیبہ جو اتفاقاً اس وقت باغ میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام عداس کے ہاتھ کچھ انگور آپؐ کے پاس بھجوائے۔ آپؐ نے انگور لے کر اس سے پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اور کس مذہب کے پابند ہو۔ اُس نے کہا۔ میں عیسائی ہوں۔ اور نینوہ کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے کہا۔ کیا وُہی نینوہ جو خدا کے صالح بندے یونس بن متی کا مسکن تھا۔ اُس نے کہا۔ آپؐ کو یونس کا حال کیسے معلوم ہُوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ وُہ میرا بھائی تھا۔ کیونکہ وُہ بھی اللہ کا نبی تھا۔ اور میں بھی اس کا نبی ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے تبلیغ کی۔ جس کا اس پر اتنا اثر ہوا۔ کہ جوشِ اخلاص میں اُس نے آپؐ کے ہاتھ چوم لئے۔

تبلیغی زندگی کا شاندار نمونہ

سفرِ طائف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی زندگی کا ایسا شاندار نمونہ ہے۔ کہ سر ولیم میور بھی بے اختیار ہو کر لکھتا ہے۔

"محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سفرِ طائف میں عظمت و شجاعت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ایک تنہا شخص جسے اس کی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اور اسے رد کر دیا۔ وُہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے۔ اور جس طرح یونس بن متی نینوا کو گیا۔ اسی طرح وُہ ایک بُت پرست شہر میں جا کر ان کو توحید کی طرف بلاتا۔ اور توبہ کا وعظ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے یقیناً اس بات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے صدق دعوےٰ پر کس درجہ ایمان تھا"۔

قبیلۂ دوس کے ایک رئیس کو تبلیغ

اشاعت اسلام کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ جد و جہد اگرچہ کئی شیریں پھل پیدا کر چکی تھی۔ مگر اب تک اشاعتِ اسلام کا بڑا ذریعہ یہی تھا۔ کہ کسی قبیلہ کا کوئی شخص اگر مسلمان ہُوا۔ تو اس کے ذریعہ آہستہ آہستہ اسلام نے اس کے قبیلہ میں پھیلنا شروع کر دیا۔ یا مسلمان کہیں مکہ سے باہر گئے۔ تو اپنے ساتھ نور کی شعاعیں لیتے گئے۔ اس طریق کے ماتحت حبشہ میں مہاجرین حبشہ کے ذریعہ اور قبیلۂ اشعر میں ابو موسےٰ اشعری کے ذریعہ اسلام پہونچ چکا تھا اب خدا نے قبیلۂ دوس میں بھی اسلام کا اثر پہونچا دیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ دوس کا ایک معزز رئیس طفیل بن عمرو ایک دفعہ مکہ آیا۔ قریش

اس فکر کے ماتحت کہ کہیں یہ مسلمان نہ ہو جائے۔ اس کے پاس گئے اور کہا۔ کہ یہاں ایک شخص نے ہم میں سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ ہمیں ڈر ہے۔ کہ تم اس کی ساحرانہ باتوں سے متاثر نہ ہو جاؤ ہم تمہیں ہوشیار کرتے ہیں۔ کہ اس کی باتوں میں نہ آنا۔ قریش نے یہ اتنی بار تاکید کی۔ کہ طفیل نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ اچانک کوئی بات بھی کان میں نہ پڑ جائے۔ اسی حالت میں وہ ایک دن مسجد حرام کے پاس گئے۔ تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ طفیل کہتے ہیں مجھے یہ نظارہ بہت بھلا معلوم ہوا۔ اور میں آپ کے قریب چلا گیا۔ پھر میں نے کہا۔ میں تو سمجھدار شخص ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ کہ میں اُس کی بات سُن لوں۔ اگر اچھی ہوئی۔ تو مان لونگا۔ نہیں تو رد کر دوں گا۔ اس خیال کے آتے ہی انہوں نے روئی کانوں سے نکال دی۔ اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ختم کر کے گھر کی طرف لَوٹے۔ تو یہ بھی ساتھ ہو لئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں توحید کا درس دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ وہیں مسلمان ہو گئے۔ اور اپنے قبیلہ میں پہونچکر اپنے والد اور بیوی کو بھی مسلمان کر لیا۔

اوس وخزرج کو تبلیغ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب دستور ایک دفعہ قبائل کا تبلیغی دورہ کر رہے تھے۔ کہ ناگاہ آپ نے قبیلہ اوس کے چند آدمیوں کو دیکھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ آپ کی تقریر سنکر ایک شخص ایاس نامی بے حد متاثر ہوا۔ مگر اس گروہ کے سردار نے سختی کے ساتھ اسے اسلام کی تائید کرنے سے روک دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یثرب سے قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اپنے دستور کے مطابق تبلیغ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت اسعد بن زرارہ۔ حضرت عوف بن حارث۔ حضرت رافع بن مالک۔ حضرت قطبہ بن عامر حضرت جابر بن عبد اللہ۔ اور حضرت عقبہ بن عامر۔ یہ چھ اشخاص فوراً داخل اسلام ہو گئے۔ اور انہوں نے عہد کیا۔ کہ وہ یثرب جا کر تبلیغ اسلام کریں گے۔

اگلے سال جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موقعہ پر پھر تبلیغ کے لئے نکلے۔ تو آپ کو یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ کہ وہ چھ آدمی اب بارہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس موقعہ پر ان سب سے بیعت لی۔ جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

مدینہ میں تبلیغی مشن

مکہ سے جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے درخواست کی کہ کوئی مبلغ ہمارے ساتھ روانہ کیا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو بطور مبلغ ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مصعب بن عمیر کی تبلیغی مساعی اللہ تعالےٰ کے فضل سے مدینہ میں رنگ لانے لگیں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ بلکہ بعض دفعہ تو انصار کے کئی کئی قبائل ایک ہی دن داخل اسلام ہو جاتے۔ غرض مدینہ میں نہایت سرعت کے ساتھ اوس وخزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ اور یہود خوف بھری نگاہوں سے یہ نظارہ دیکھنے لگے۔

نقیبوں کا تقرر

اگلے سال یعنی بعثت نبویؐ کے تیرھویں سال حج کے موقعہ پر اوس وخزرج کے بہتر اشخاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس لئے رات کے وقت عقبہ کی گھاٹی میں ملاقات کا وقت مقرر کیا گیا۔ تا کسی کو اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ رات کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عقبہ کی گھاٹی میں گئے۔ وہاں سب نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بہتر اشخاص میں سے بارہ نقیب چنے۔ اور انہیں اپنے اپنے قبیلہ کا نگران مقرر فرما کر تبلیغ اسلام کے متعلق ہدایات دیں۔ یہ بارہ نقیب مندرجہ ذیل اصحاب تھے۔ اسعد بن زرارہ۔ اسید بن الحضیر۔ ابوالہیثم بن تیہان۔ سعد بن عبادہ۔ البراء بن معرور۔ عبد اللہ بن رواحہ۔ عبادہ بن صامت۔ سعد بن الربیع۔ رافع بن مالک۔ عبد اللہ بن عمرو۔ سعد بن خیثمہ۔ منذر بن عمرو۔

ہجرت

مکہ والوں کے مظالم چونکہ روز بروز بڑھتے جا رہے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور آپ کے صحابہ کو اسی سال ہجرت کی اجازت دی۔ جس کے نتیجہ میں مکہ کے کئی محلے خالی ہو گئے۔ اور سب مدینہ کی طرف چلے گئے۔ انصار نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ مہاجرین کا استقبال کیا۔ اور اپنے حقیقی بھائیوں سے بڑھکر ان سے سلوک کیا۔ مکہ میں ہجرت نبویؐ تک اسلام لانے والوں کی تعداد کا صحیح اندازہ اگرچہ معلوم نہیں ہو سکتا لیکن قریش اور ان کے متعلقین میں سے ہجرت تک اسلام لانے والوں کی تعداد تین سو سے متجاوز نہ تھی۔ ان تین سو میں عورتیں اور بچے سب شامل ہیں۔ قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب میں سے مسلمان ہونے والوں کی تعداد تو بہت ہی کم تھی۔ ہاں ہجرت سے پہلے مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد کئی سو تک پہونچ چکی تھی۔ اس طرح ہجرت تک کل مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب بنتی ہے یہ ایک ہزار وہ اشخاص ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیرہ سالہ جد وجہد اور محنت شاقہ کے بعد آپؐ کی مکی زندگی میں داخل اسلام ہوئے۔ مدینہ پہونچکر تو خدا تعالےٰ نے اسلام کے لئے فتوحات کا ایسا دروازہ کھول دیا۔ کہ جلد ہی یدخلون فی دین اللہ افواجا

کا نظارہ نظر آنے لگا۔

تبلیغ کے متعلق الٰہی ارشادات کی تعمیل

ان واقعات سے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادات باری۔ قم فانذر وربک فکبر فاصدع بما تؤمر۔ انذر عشیرتک الاقربین۔ بلغ ما انزل الیک من ربک۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ فذکر ان نفعت الذکریٰ۔ اور جاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ کی تعمیل میں ہر ممکن ذریعہ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے اختیار کیا۔ خود خدا تعالےٰ گواہی دیتا ہوا فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک علیٰ اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا۔ یعنی شاید تو اسی غم میں اپنی جان تک ہلاک کر دے گا۔ کہ کیوں یہ لوگ خدا کی باتوں پر ایمان نہیں لاتے۔

حیرت انگیز قربانیاں

تبلیغ اسلام میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر رنگ کی قربانی کی۔ عزت کی قربانی کی جان کی قربانی کی۔ آرام و آسائش کی قربانی کی۔ وجاہت کی قربانی کی جذبات و احساسات کی قربانی کی۔ مال و دولت کی قربانی کی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے وطن کی بھی قربانی کی۔ اور بے وطنی کی زندگی کو وطنی زندگی پر ترجیح دی۔ چنانچہ ہجرت کے وقت آپ نے یہی فرمایا کہ اے مکہ تو مجھے سب دنیا سے زیادہ پیارا ہے لیکن مکہ والے مجھے رہنے نہیں دیتے۔

تبلیغ اسلام کے متعلق امت محمدیہ کو حکم

تبلیغ اسلام کا فریضہ آپ نے بدرجۂ اتم ادا فرما کر اپنے متبعین کو بھی حکم دیا۔ کہ وہ لوگوں تک اسلام پہونچائیں۔ چنانچہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر میں یہی بتایا گیا ہے۔ کہ تم خیر الامم ہو۔ اور تمہارا کام یہی ہے۔ کہ لوگوں کو نیک باتوں کی تلقین کرو۔ اور بری باتوں سے روکو۔ پھر نصیحت کی کہ تبلیغ پرامن طریق پر کی جائے۔ جبر اور اکراہ سے کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کو آپ نے ناجائز قرار دیا۔ اور فرمایا۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ۔ اصل غلبہ وہی ہے۔ جو دلائل و براہین سے ہو۔ اور اصل شکست وہی ہے۔ جو دلائل کے نتیجہ میں حاصل ہو۔ غرض اس میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مبلغ اعظم تھے۔ اور آپ ہی کی تبلیغی مساعی کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ دنیا کی کایا پلٹ گئی اور اصنام و احجار کے آگے سرنگوں ہونے والے اللہ تعالےٰ کے حضور سربسجود ہو گئے۔ مسلمانوں کی ترقی بھی آج اسی امر میں مضمر ہے کہ وہ تبلیغ اسلام میں سرگرمی دکھائیں تا کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کریں۔ اور انہیں اس پاک رسول کے قدموں میں ڈال دیں۔ جو اولین و آخرین کا سرتاج بن کر آیا۔ اور جس کا پیارا نام محمدؐ ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ربیب پروری

(از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر مدیر معاون "الفضل")

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلی زندگی پر جب نظر ڈالی جائے۔ تو یہ پہلو بھی آپؐ کی زندگی کے باقی پہلوؤں کی طرح تمام انسانوں سے ممتاز اور روشن نظر آتا ہے ایک طرف تو بلحاظ نبی اور رسول آپؐ کے سپرد اس قدر اہم اور وسیع کام تھا۔ کہ جس کی نظیر نہ پہلے مل سکتی ہے۔ نہ آئندہ مل سکے گی۔ آپؐ تمام دُنیا کی طرف مبعوث ہُوئے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب۔ گورے کالے۔ اور ادنےٰ و اعلےٰ سب کی اصلاح آپؐ کے ذمہ تھی۔ آپؐ کا مشن عالمگیر اور دائمی تھا۔ دیگر انبیاء کی طرح یہ نہیں۔ کہ ایک محدود دائرہ کے اندر اور ایک معین عرصہ کے لئے آپ کو کام کرنا تھا۔ لیکن اپنے مشن اور کام کی اس قدر وسعت کے باوجود آپؐ نے جس طریق پر اہلی زندگی اختیار کی۔ وُہ آپؐ کو تمام انبیاء سے ممتاز ثابت کرتی ہے۔

اہلی زندگی کی ذمّہ واریاں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت نو بیویاں تھیں۔ مگر شب و روز تبلیغ و اشاعت اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں کامل طور پر منہمک رہنے کے باوجود آپؐ کی ازواج مطہرات آپؐ کی جان نثار تھیں۔ عورت فطرتاً زیب و زینت زیبائش و آرائش۔ اور آرام و آسائش کی طرف مائل ہوتی ہے لیکن آپؐ کے ہاں کوئی ایسا سامان نہ تھا۔ جو ان کی اس فطری خواہش کو پورا کر سکتا۔ حتےٰ کہ مہینوں پیٹ بھر کے کچھ کھانے کو بھی نہ ملتا تھا۔ کئی کئی روز مسلسل چولھا گرم نہ ہوتا تھا۔ پھر آپؐ کی بیویاں بھی نو تھیں۔ جو سوائے ایک کے باقی سب بیوہ تھیں۔ بعض امیر گھرانوں سے تھیں۔ اور امیر خاوندوں کی بیویاں رہ چکی تھیں۔ مگر سب کی سب نہایت خوش و خرم اور باوجود تنگی کے پوری طرح مطمئن تھیں۔ اس قدر سوتوں کا ہونا پھر آرام و آسائش کے اسباب سے یکسر محرومی۔ حتےٰ کہ کھانے پینے کی اشیاء کی کمی۔ گزشتہ زندگی کی عیش و عشرت یاد غرضیکہ حالات بالکل ایسے تھے۔ کہ ممکن نہیں۔ کوئی شخص ان کے ہوتے ہوئے ایسی خوشگوار زندگی بسر کر سکے۔ جو آپؐ نے کی۔ آپ کے مخالفین نے آپ پر سینکڑوں اعتراضات کئے ہیں۔ اور اسی غرض کے لئے آپؐ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی چھان بین کی ہے۔ لیکن کیا ہی عجیب بات ہے۔ کہ اس قدر مخالف حالات کے باوجود اور بیویوں کے لئے شکایات اور شکووں کے پیدا ہونے کے اس قدر کثیر مواقع اور وجوہ کی موجودگی کے باوجود کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ ثابت نہیں کر سکا۔ کہ آپؐ کی بیویوں میں سے کوئی ایک بھی آپ سے مطمئن نہ تھی۔ اور اپنی زندگی پریشان کی تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ربائب

اس کے علاوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلی زندگی کا ایک اور پہلو ہے۔ اور وُہ یہ کہ آپ پہلے نبی ہیں۔ جنہوں نے خاص شان سے ربیب پروری کی۔ اس سے پہلے کسی نبی کو اس نازک ذمہ واری کی ادائیگی کا ایسا موقعہ نہیں ملا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق آتا ہے۔ کہ انہوں نے بیوگان سے شادی کی۔ لیکن ان میں سے ایک بھی ایسی نہ تھی۔ جس کی پہلے خاوند سے اولاد ہو۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ایسی بیوگان کو اپنی زوجیت میں لیا۔ جو کئی کئی بچوں کی مائیں تھیں چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجہ کا ایک پسر ہند نامی ابو ہالہ سے تھا۔ عتیق سے ایک دختر ہندہ نامی تھی۔ صیفی سے ایک پسر محمد نام تھا۔ ام المومنین حضرت سودہ کا سکران سے ایک لڑکا عبد الرحمن نام تھا۔ ام المومنین ام سلمہ کے ابو سلمہ سے سلمہ، عمر، درہ اور زینب چار بچے تھے۔ ام المومنین ام حبیبہ کے ہاں عبید اللہ بن جحش سے ایک دختر حبیبہ نام تھی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کی پرورش اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور ان سب کے ساتھ آپؐ کا سلوک اس قدر اعلےٰ۔ اور محسنانہ تھا۔ کہ سب کے سب آپ کے جان نثار خدام تھے۔

ربائب کے متعلق اہل عرب کی ذہنیت

عرب میں ایک مشہور مقولہ ہے۔ کہ رب ربیب اذا علا قلا۔ یعنی ربیب جب بڑا ہو جائے۔ تو دشمن بن جاتا ہے۔ یہ مقولہ اہل عرب کی ربائب کے متعلق ذہنیت اور اس ملک کے ربائب کی حالت کا پوری طرح آئینہ دار ہے۔ اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل عرب نہ تو ربائب سے کسی بہتر سلوک کی توقع رکھتے ہُوئے ان کی پرورش کے لئے تیار ہوتے تھے۔ اور نہ ہی ربیب اپنے سوتیلے والد کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے تھے۔ نیز اس مقولہ سے یہ بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ربائب کا وجود اہلی زندگی کے لئے کس قدر مشکلات کا موجب تھا۔

رسُول کریمؐ کا ربائب سے حُسن سلوک

لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ملک میں اور ایسی ذہنیت کے لوگوں میں رہتے ہُوئے متعدد ربائب کو اپنی پرورش میں لے کر اور پھر ان سے ایسے رنگ میں سلوک کر کے جس نے انہیں آپ کا شیدا بنا دیا۔ اور جس نے ازواج مطہرات کو کبھی کسی شکوہ کا موقعہ نہ دیا۔ ثابت کر دیا ہے۔ کہ آپؐ فی الواقعہ بے نظیر انسان تھے۔ غور تو کیجئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر بلحاظ نبی و رسول کس قدر اہم ذمہ داریوں کا بوجھ تھا۔ ساری دُنیا کو شرک سے پاک کر کے توحید خالص قائم کرنا۔ بتوں کے پجاریوں کو آستانۂ الوہیت پر لا کر ڈال دینا۔ دشمنوں کے منصوبوں اور ان کی شرارتوں کا سدباب کرنا۔ منافقین کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہنے کا انتظام کرنا۔ پھر خانگی سامان سے کامل تہی دستی کے باوجود نو بیویوں کے فرائض سرانجام دینا۔ اپنی اور ان کی اولاد کی پرورش کرنا۔ اور پھر ہر شعبہ میں ایسی بے نظیر کامیابی حاصل کرنا کہ دشمن کو بھی اعتراض کی گنجائش نہ مل سکے۔ آپؐ کا بے مثال کمال نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ حالات ایسے ہیں۔ کہ کوئی انصاف پسند ان پر غور کر کے آپؐ کی بے نظیر شخصیت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اہل عرب اور لڑکیوں کی پرورش

اس زمانہ میں اہل عرب اپنے صلب سے پیدا ہونے والی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیتے تھے۔ اور ان کی پرورش کو عار سمجھتے تھے۔ مگر خدا کا وُہ عظیم الشان رسول اور ہادی اپنی لڑکیوں کے ساتھ نہیں۔ بلکہ سن رسیدہ اور معمر عورتوں کی لڑکیوں کے ساتھ بھی ایسا بہتر سلوک کرتا ہے۔ کہ ان کی ماؤں کو باوجود اس کے کہ انہیں آپؐ کی زوجیت میں دُنیوی آسائش حاصل نہ تھی۔ کھانے پینے اور پہننے تک کی تنگی تھی۔ کبھی کوئی شکایت کا موقعہ نہیں ملتا۔ خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی اولاد کے ساتھ عورت کو اس قدر محبت ہوتی ہے۔ کہ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف میں مبتلا دیکھے۔ تو بے تاب ہو جاتی ہے۔ اور اس تکلیف کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن بیواؤں کے ساتھ شادیاں کیں۔ وُہ آپؐ پر پروانہ وار فدا نظر آتی ہیں۔ جو ان کے پہلے بچوں کے ساتھ بدسلوکی یا بدرجہ اقل امتیازی سلوک کی صورت میں ممکن ہی نہیں تھا۔ اپنی پہلی اولاد کو پریشان حالی میں دیکھ کر اور اسے تکلیف میں پا کر اس قدر وفاداری اور فدائیت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی ازواج مطہرات کو تھی

قیمت میں خاص رعایت آج کی تاریخ سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء تک

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

اٹھرا یعنی اسقاط حمل کا مجرب ترین علاج بے اولادوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے

جن کے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں۔ یا قبل از وقت حمل گر جاتا ہو۔ یا بچے مردہ پیدا ہوتے ہوں عوام اسے اٹھرا اور اطبا اور ڈاکٹر اسقاط حمل یا مس کیرج کہتے ہیں۔ یہ سخت موذی اور تباہ کن مرض ہے جس سے بے شمار گھرانے بے چراغ اور بے اولاد ہوتے ہیں۔ ہر انسان کو دنیا میں اولاد کی تمنا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک جائز اور قدرتی خواہش ہے۔ پروردگار عالم نے ہر مرض کے لئے معالجات رکھے ہیں۔ ہم دعوے اور یقین کی بنا پر ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس مرض کا اکسیر اور مجرب ترین علاج مالک دواخانہ رحمانی نے حضرت قبلہ جناب حکیم حافظ حاجی مولانا نورالدین شاہی طبیب سے سیکھ کر اور بحکم حضور حکیم الامت محافظ اٹھرا گولیاں ایجاد کیں۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا سے بطور احتیاط رجسٹرڈ کرالیں۔ تاکہ دیگر دوا فروشوں کے دست برد سے محفوظ رہ سکیں۔ ہزاروں لوگوں کی یہ مجرب و آزمودہ گولیاں ہمارے دواخانہ سے قریباً گذشتہ پچیس برس سے زیر استعمال ہیں۔ اور جو سوائے ہمارے دواخانہ کے کسی دوسری جگہ سے اصل اور صحیح دستیاب ہونی ناممکن ہیں۔ ہمارے علاج سے ہزارہا مریضوں کو خدا کے فضل سے کامل شفا ہوئی۔ اور ہم اسے تحدیث نعمت کے طور پر اپنے دواخانہ کے لئے کریڈٹ (Credit) سمجھتے ہیں۔ ہر شخص جس کے گھر میں یہ موذی مرض لاحق ہو۔ وہ فوراً ہماری نایاب محافظ اٹھرا گولیاں طلب کر کے استعمال کرے۔ اور قدرت خدا کا زندہ کرشمہ دیکھے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت فی تولہ اصل قیمت ۶ رعایتی ۵ علاوہ محصولڈاک گیارہ تولے یکمشت منگانے والے سے صرف ۵۰ علاوہ محصولڈاک

سرمہ نور افزا رجسٹرڈ

یہ بے نظیر سرمہ قیمتی اجزاء سے مرکب ہے۔ بینائی کو قائم اور آنکھوں کو مختلف عوارض سے محفوظ رکھنے میں یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ آنکھوں کے جملہ امراض دھند۔ غبار۔ جالا۔ ککرے۔ پھولا۔ خارش چشم آنکھوں سے پانی آنا۔ لیسدار رطوبت کا نکلنا۔ پرانی سرخی ابتدائی موتیابند وغیرہ غرض کل امراض کا واحد علاج ہے جو لوگ کثرت مطالعہ اور باریک بینی سے قوت بینائی کمزور کر بیٹھے ہوں۔ یا عینک کے عادی ہو کر قدرتی طاقت کو بے کار کر دیا ہو۔ انہیں اس سرمہ کا استعمال ضرور کرنا چاہیئے۔ یہ سرمہ جملہ شکایات چشم دور کر کے آئندہ آنے والے عوارض سے آنکھ کو محفوظ رکھتا ہے جن کی نظر روز بروز کمزور ہوتی ہو۔ وہ اس سرمہ کے استعمال سے زائل شدہ طاقت کو بحال کر لیں۔ اس بے نظیر سرمہ کے استعمال کے بعد انشاء اللہ آپکو پھر کسی اور سرمہ کی تلاش نہ رہے گی۔ اصل قیمت فی تولہ ۲ رعایتی ۱۲/ علاوہ محصول ڈاک

طاقت کی بے نظیر گولیاں حب رحمانی رجسٹرڈ

یہ گولیاں عجائبات طب سے ہیں۔ اور اپنے اندر عجیب انداز برقی اثر رکھتی ہیں طالبان صحت و تندرستی کے لئے ان کا استعمال از حد ضروری اور لابدی ہے۔ "حب رحمانی" کشتہ سونا۔ کشتہ چاندی۔ کشتہ فولاد۔ موتی زعفران جدوار اور مشک سے مرکب ہے۔ قوت کیسی ہی کمزور پڑ گئی ہو۔ پٹھے اپنے کام سے جواب دے چکے ہوں۔ اور آرام و راحت کا سقا بلخ زندگی سے ہو۔ ایسی حالت میں انشاء اللہ صرف حب رحمانی ہی ساتھ دے گی حرارت غریزی کمزور ہو کر تمام بدن پر پژمردگی چھائی ہوئی ہو۔ اور کمزوری دل نے نیم جان بنا دیا ہو۔ تو ایسی حالت میں بالخصوص حب رحمانی ہی مفید ہوگی۔ غرض تمام جسم اور خصوصاً اعضائے رئیسہ کو قوت دے کر از سر نو تازگی پیدا کر دے گی۔ ان گولیوں کے فوائد عجیبہ اور اثرات غریبہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ صرف اس قدر کافی ہے۔ کہ یہ بے نظیر اور نایاب تحفہ جسمانی مریضوں کے لئے آب حیات سے بڑھ کر زندگی بخش ہے۔ قیمت اصل حب رحمانی ایک چھٹانک ۶ رعایتی ۵ روپے ۱۲ علاوہ محصولڈاک

حب راحت

عورتوں کی بیماری

یہ بات درست ہے۔ کہ جب تک ایام ماہواری بے قاعدہ ہوں۔ اولاد کا ہونا مشکل ہے۔ ہزاروں مستورات آئے دن اسی مشکل میں رہتی ہیں۔ کہ حیض کے دنوں میں بے قاعدگی ایام سے کم یا زیادہ دنوں میں حیض آتا ہے۔ اور وہ بھی تھوڑا یا زیادہ آتا ہے جس سے تمام بدن میں تکلیف ہونا سر چکرانا۔ پیٹ کے بعض خرابی خون حمل کا نہ ٹھہرنا ان تکالیف سے بچنے کے لئے ہماری تیار کردہ حب راحت استعمال کریں۔ انشاء اللہ ایام ماہواری کی تکلیف سے نجات ہوگی اصل قیمت ۲ رعایتی ۱/۸ علاوہ محصولڈاک

خدا کی نعمت

جن دوستوں کو نرینہ اولاد کی خواہش ہو یہ دوائی خدا کی نعمت ہمارے دواخانہ سے منگوا کر استعمال کریں۔ خدا کے فضل سے اولاد نرینہ ہوگی۔ یہ عجیب علاج ہے جسکو مالک دواخانہ رحمانی نے حضرت مولانا حکیم نورالدین اعظم طبیب شاہی کے تمام مجرب و آزمودہ اور عطا کردہ نسخہ سے تیار کیا۔ جو گذشتہ ۲۵ برس سے ہمارے دواخانہ سے لوگوں کے زیر استعمال ہے اور چند اشخاص نے اس دوا سے فائدہ اٹھا کر اور بامراد ہو کر بجد خود بخود سندات روانہ کیں۔ اصل قیمت کل خوراک علاوہ محصولڈاک صرف ۶ روپے ۸ رعایتی صرف پانچ روپے۔

تازہ شہادت۔ حکیم عبدالرحمٰن صاحب کاغانی مرحوم میرے دوست تھے۔ اس کے علاوہ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ میرے والد صاحب ایک مستند طبیب تھے۔ اور میں نے باوجود لائق اطباء سے علم طب حاصل کرنے کے دوبارہ ان کے قابل قدر استاد حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب شاہی طبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوبارہ طب یونانی پڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ اپنے دواخانہ رحمانی کے کاروبار کے متعلق عموماً مجھ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد میں نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ میں اب ان کے بچوں کی بہتری کے لئے ان کی یادگار۔ دواخانہ رحمانی کی سرپرستی و نگرانی اپنے ذمہ لوں۔ میں نے ان کی وفات کے ابتداً ہی اس کا اعلان کر دیا تھا۔ اب دوبارہ اس کا اعادہ کر کے احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جو دوائیں حکیم کاغانی صاحب مرحوم کے وقت باہر بھیجی جاتی تھیں۔ یا جنکا اشتہار میں ذکر ہوتا تھا۔ وہ سب اسی احتیاط سے اب بھی ان کے دواخانہ میں تیار کی جاتی ہیں۔ لہٰذا احباب کو بوقت ضرورت ان کے دواخانہ کا اب بھی ویسا ہی خیال رکھنا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنے اعتماد کو صحیح پائیں گے۔ محمد سرور شاہ پرنسپل جامعہ احمدیہ۔ نوٹ اس دواخانہ کے سرپرست و نگران حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ہیں۔

نوٹ۔ یہ رعایت صرف آج کی تاریخ سے جلسہ سالانہ یعنی دسمبر ۱۹۳۴ء کے آخر تک ہے۔ عام فائدہ رسانی کے خیال سے ہم نے قیمتیں بھی کم مقرر کی ہیں ؛

عبدالرحمٰن کاغانی اینڈ سنز دواخانہ رحمانی قادیان (پنجاب)

قابل غور شہادت

مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ **جبوب عنبری** کے استعمال سے میرا بدن تندرستی کے زمانہ سے بہتر ہوگیا ہے۔ میں گذشتہ سال ایک نہایت خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگیا جس کی وجہ سے میرا بدن اسقدر دبلا ہوگیا۔ کہ گوشت کے لحاظ سے بلامبالغہ نصف رہ گیا۔ یہانتک کہ اصل بیماری زائل ہونے کے بعد بھی بدن میں کوئی معتد بہ ترقی نہ ہوئی۔ اسمیں کچھ میری عمر کا بھی دخل تھا۔ اس کے لئے کئی دوائیں بھی استعمال کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور اس پر ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اخیر میں حکیم **نظام جان** صاحب نے مجھے **جبوب عنبری** کی ایک شیشی دی۔ اس کے استعمال سے مجھ نمایاں فائدہ ہوا یہانتک کہ اب میرا بدن بیماری سے پہلی حالت سے بھی بہتر ہوگیا ہے۔ اور یہ غیر معمولی فائدہ میرے لئے محرک ہوا۔ کہ میں ان حبوب کی تعریف میں کچھ لکھدوں۔ تاکہ اور حاجتمند بھی ان سے فائدہ اٹھائیں حکیم **نظام جان** صاحب کی اشتہاری دواؤں کی نسبت ایک خاص بات معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جو اشتہاری دوا رائج ہو جائے۔ اور اس کے اجزا قیمتی ہوں۔ تو عموماً ان کے بنانے میں بے احتیاطی برتی جاتی اور قیمتی اجزاء کے قلیل القیمت بدل ڈالنے شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً کستوری کی جگہ تیزپات کے پتے جو کوڑیوں بکتے ہیں۔ اور موتیوں کی جگہ سیپ جو سستی چیز ہے۔ ڈال دیتے ہیں۔ اور گو حکمائے کیفیت کے لحاظ سے ان کو ان کا بدل لکھا ہے۔ مگر ان قیمتی دواؤں کا جو بالخاصیت اثر ہوتا ہے۔ وہ ان بدلوں میں ہرگز نہیں ہوتا۔ اور وہ سارا نسخہ بیکار ہو جاتا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے۔ کہ حضرت مولانا حکیم مولوی **نورالدین** صاحب رضی نے حب اٹھرا میں جو قیمتی اجزاء رکھے ہیں حکیم **نظام جان** صاحب کی دوکان پر وہی قیمتی اجزاء اب بھی اسمیں ڈالی جاتی ہیں۔ جس سے مجھے یقین ہے۔ کہ دوسرے نسخوں میں بھی یہ ضرور احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ اور آجکل اشتہاری اطباء میں یہ وصف بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ جو ان میں ہے۔ میں اس پر حکیم **نظام جان** صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ۲۲ محمد سرور شاہ

المشتہر:۔ نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

حب اٹھرا

(محافظ جنین) (رجسٹرڈ)

مولانا حکیم نورالدین رضی شاہی طبیب کا ستر سالہ مجرب نسخہ حب اٹھرا گورنمنٹ آف انڈیا سے نظام جان اینڈ سنز کیلئے رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔ جو دوسری جگہ سے نہیں مل سکتا۔ اگر آپکو اولاد کی خواہش ہے تو یہی حب اٹھرا رجسٹرڈ گھر میں استعمال کرا دیں۔ اگر آپنے بے اولادی کا اندھیرا دور کرنا ہے تو حب اٹھرا رجسٹرڈ ضرور استعمال کرا دیں اگر آپکو بفضل خدا ذہین خوبصورت باعمر تندرست بچوں کی ضرورت ہے تو حب اٹھرا رجسٹرڈ ہی استعمال کرا دیں۔ حب اٹھرا مرض اٹھرا کا تریاق ہے۔ اٹھرا کی شناخت حمل گر جاتے ہیں۔ مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔ اٹھارہ سال تک نہیں ہو بچتے۔ اصل میں یہ کمزوری رحم کا نتیجہ ہے۔ حب اٹھرا رجسٹرڈ رحم کی تمام کمزوریاں دور کرتی۔ بچہ کو طاقتور بناتی حمل کو گرنے سے روکتی ہے۔ علاوہ پیدائش میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ بچہ اور والدہ کیلئے تریاق ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فوراً حب اٹھرا رجسٹرڈ جو دوسری کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ دواخانہ معین الصحت سے منگوا کر استعمال کریں۔ اور فائدہ اٹھائیں۔ قیمت فی تولہ ۱۴ر مکمل خوراک ۱۱ تولہ یکدم منگوانے پر صرف نور دینیہ (للعہ) علاوہ محصول

المشتہر:۔ نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

دوستوں کی درخواست منظور

رعایت کردی ہے

میرے معزز دیرینہ دوستوں اور پرانے گاہکوں نے ایک طویل عرصہ سے ہم پر غیر معمولی زور دے رکھا تھا کہ ہم اپنے دواخانہ کی ادویات میں ضرور کچھ عرصہ کیلئے رعایت کر دیں۔ تاکہ ضرورتمند اصحاب فائدہ اٹھا سکیں۔ زمانہ کی بے روزگاری نے لوگوں کے حالات نہایت مخدوش کر رکھے ہیں ادھر بیماری کی زیادتی نے پریشان و مبتلائے بلا کر رکھا ہے۔ پیسہ کی کمی علاج کے راستے میں روک بنی ہوئی ہے۔ ان حالات کی رو سے مخلوق خدا مبتلائے بلا ہے۔ لہٰذا ہم نے مناسب سمجھا ہے۔ کہ دو ماہ کے لئے یعنی اکتوبر و نومبر ۱۹۳۴ء کے لئے دواخانہ ہذا کی ادویات میں رعایت کر کے ضرورت مند اصحاب کو فائدہ پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔ آمین

اشتہاری ادویات کی فہرست

حب اٹھرا رجسٹرڈ فی تولہ ۱۴ر رعایتی قیمت فی تولہ [illegible] مکمل خوراک ۱۱ تولہ لعہ؍

دوا	مقدار	قیمت		رعایتی قیمت
جبوب عنبری	۶۰ گولی ایک ماہ کی خوراک	۵؍	رعایتی	[illegible]
حب نظامی	۶۰ گولی چھ روپے	۶؍	”	[illegible]
زدجام عشق	۶۰ گولی پانچ روپیہ آٹھ آنہ	[illegible]	”	[illegible]
گولڈن پلز	۶۰ گولی تین روپے	۳؍	”	[illegible]
فولادی گولیاں	۶۰ گولی چار روپے	[illegible]	”	۳؍
تریاق جریان	۴۸ خوراک دو روپے	[illegible]	”	[illegible]
نعمت الٰہی لڑکے پیدا ہونیکی دوائی مکمل		[illegible]	”	[illegible]
مفید النساء گولیاں	۶۰ گولی	[illegible]	”	[illegible]
کشتہ فولاد ۱	فی تولہ	[illegible]	”	[illegible]
کشتہ فولاد ۲	فی تولہ	[illegible]	”	[illegible]
تریاق گردہ فی شیشی اونس		[illegible]	”	[illegible]
سرمہ نور العین	فی تولہ	[illegible]	”	[illegible]
سرمہ نمبر ۲	فی تولہ	[illegible]	”	[illegible]
سرمہ نمبر ۳	فی تولہ	[illegible]	”	۱۲ر
مقوی دانت منجن فی شیشی		۱۲ر	”	۸ر
جبوب قبض کشا	۱۰۰ گولی	[illegible]	”	[illegible]
تریاق معدہ	فی شیشی	۱۲ر	”	۸ر
دوائی سوزاک	خوراک ۱۵ یوم	[illegible]	”	۶؍
ست سلاجیت	فی چھٹانک	[illegible]	”	[illegible]

ان ادویات کے علاوہ بھی ہر ایک بیماری کی دوائی میں رعایت ہوگی۔ آرڈر میں بیماری کا مفصل حال ہو۔ یہ رعایت آخر دسمبر ۱۹۳۴ء تک ہوگی

المشتہر حکیم نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

الحمد للہ ثم الحمد للہ

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

سب جہاں ظلمت میں تھا تو نے اُجالا کر دیا
ذرہ ذرہ کو رُخِ انور سے اجلا کر دیا

حکمتِ تقدیس جب دُنیا سے پنہاں ہوگئی
تو نے درسِ معرفت سے پھر شناسا کر دیا

تیری تبلیغِ رسالت کا جہاں میں شور ہے
نطقِ پُر اعجاز نے اک حشر برپا کر دیا

مدتوں کے تھے جو قبروں میں وُہ زندہ کر دیئے
جنبشِ لب رشکِ صد انفاس عیسےٰ کر دیا

ایک دُنیا کے معلّم اور ھادی ہوگئے
امیوں کو علم و حکمت سے مجلّےٰ کر دیا

خوگرانِ پیکرِ محسُوس عارف بن گئے
بُت پرستوں کو فدائے عشق مولےٰ کر دیا

وُہ دلِ محجوب جو تھا محوِ لذّت ہائے نفس
تیری حقّانی نگہ نے حق کا شیدا کر دیا

وُہ جو متحمل نہ تھے حق کے لئے اک خار کے
راہِ مولےٰ میں اُنہوں نے کیا کہیں کیا کر دیا

ہوگئے قربان کر کے اپنا سب کچھ۔ سُرخرو
جو کیا تھا عہدِ بیعت میں وُہ پُورا کر دیا

جب شتربان اور وُہ صحرانشیں تیرے ہوئے
تو نے ان کو بادشاہِ دین و دُنیا کر دیا

تجھ سے پہلے کعبۃ اللہ معبدِ اصنام تھا
تُو نے اک جلوہ سے مثلِ طورِ سینا کر دیا

طورِ سینا پر ہُوا تھا جو کبھی جلوہ فگن
جلوہ گر اس کو سرِ فاران و بطحا کر دیا

رحمۃ للعالمین موزون ہے تیرا لقب
منتشر اقوام کو تُو نے اکٹھا کر دیا

ہر نبی تھا پھُول سب پھُولوں کا ہے گلدستہ تو
جزو کو کل اور ہر ادنےٰ کو اعلےٰ کر دیا

مر گئے جب ابنِ مریم۔ اور سب پہلے نبی
تُو نے اپنی بعث سے ان سب کا احیا کر دیا

تیری تھی سب کو ضرورت اور تو سب سے غنی
جو نہ پہلے کر سکے تُو نے مہیا کر دیا

اس سے بڑھکر اور کیا شانِ افاضہ ہو سکے
امتی کو بڑھ کے عیسےٰ سے مسیحا کر دیا

ذکرِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

از ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم۔ بی اے

مُعلّیٰ قولِ خالص سے بیاں ہے
معطّر ذکرِ احمدؐ سے زباں ہے

ہے وُہ مقصود و مطلوبِ مُسلماں
محبّت اس کی ہر دل میں نہاں ہے

خدا کا برگزیدہ سیّدِ خلق۔
بصد عزّت ہمیشہ کامراں ہے۔

اُٹھا جو بہرِ تکذیبِ محمّدؐ
ہُوا اُنھری نشاں سے بے نشاں ہے،

کدھر ہیں بُولہب۔ عتبہ و شیبہ؟
مکذّب اسودِ عنسی کہاں ہے؟

جہاں تھا مسکنِ محبُوبِ باری
زمیں کا اُتنا ٹکڑا آسماں ہے

خدارا قومِ مُسلِم! ہوش میں آ۔
کہ آیا سر پہ وقتِ امتحاں ہے۔

نہیں کیوں متحد اب قومِ مُسلم
ہر اِک کیوں دُوسرے پر بدگماں ہے

کہا قرآں نے تم کارواں ہو
محمّدؐ کارواں کا ساریاں ہے

ہماری بے کسی وقفِ اَلم ہے
گُلِ امید چشمِ خوں فشاں ہے

چھپا ہے قافلہ آنکھوں سے دیں کا
جو باقی ہے غبارِ کارواں ہے

وُہ آیا جس کی آمد دیکھنے کو۔
نگاہِ شوق سُوئے آسماں ہے

مسیحؑ وقت آیا قادیاں میں
جبھی تو قادیاں دارالاماں ہے

خُدایا قومِ مسلم کو جگا دے
اَلم سے قلبِ خادم خونچکاں ہے

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی م۔)